بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان دارالامان

تمام خط و کتابت بنام منیجر	قیمت ہر حال پیشگی	مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

جلد ۱۵ | بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۰ء مطابق ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۳۳۸ ہجری | نمبر ۵

فہرست مضامین

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا - اور چودھری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا

ایک ضروری تحریک

آپ کے فائدے کی بات

ایک فاضل احمدی نے جو نہایت محققانہ مضامین لکھا کرتے ہیں ۔ مجھے حدیث والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد کی تفسیر لکھکر دی ہے ۔ جو سو صفحے کا مضمون ہے ۔ وہ کون احمدی ہے ۔ جسے اس حدیث کی تشریح کی ضرورت آئے دن پیش نہ آتی ہو ۔ یہ حدیث تو گویا تمام دعاوی مسیح موعودؑ کا محور ہے ۔ اس لئے ہر ایک احمدی کیلئے بالکل صاف ہونا چاہئے ۔ فاضل مضمون نگار نے ہر پہلو پر اس پر بحث کی ۔ اور آیت قرآنیہ و احادیث صحیحہ و لغت عربیہ سے شواہد دئے ہیں ۔ میں چاہتا ہوں ۔ کہ یہ تمام مضمون ایک ہی نمبر میں نکلے ۔ مگر تشحیذ کا حجم زیادہ سے زیادہ ۴۸ صفحے کیا جا سکتا ہے ۔ فنڈ میں گنجائش نہیں ۔ (بلکہ پانسو روپیہ قرضہ ہے) ورنہ میں حسب معمول سابق ضرور سو صفحے کا ہی رسالہ نکال دیتا ۔ اور احباب کرام کو تکلیف نہ دیتا ۔ اگر چند باہمت دوست زاید خرچ اس سو صفحے کے رسالہ تشحیذ کا اپنے ذمے لے لیں ۔ تو رسالہ کے فنڈ پر بھی بوجھ نہ پڑے ۔ اور کام بھی ہو جائے ۔ ۱۰۴ صفحے کی رسالہ کی چھپوائی پر سو روپیہ زاید خرچ ہوگا ۔ کیا میں امید کر سکتا ہوں ۔ کہ ہمارے دوست اس طرف توجہ دینگے ۔ ورنہ مضمون باقساط چھ سات ماہ میں ہدیہ ہو سکے گا ۔ مگر اس طرح پر وہ لطف نہیں آئیگا ۔ جو یکدم چھپ جانے میں ہے ۔ جو صورت مفید ہو ۔ اس سے اطلاع بخشی جائے ۔ اگر دس دوست دس دس روپے کا انتظام کر دیں ۔ تو یہ مضمون چھپ کر مفت تبلیغ اور اتمام حجت ہو سکتی ہے ۔ ایسے سب احباب کے نام نامی شکریہ کے ساتھ درج رسالہ ہونگے ۔

(اکمل)

اطلاع ضروری ۔ جن اصحاب نے ۱۹۱۹ء کا چندہ سالانہ تشحیذ تاحال ادا نہیں فرمایا ان کے نام ۵ رجون کا تشحیذ وی ۔ پی ہوگا یاد رکھئے ۔ منیجر ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مئی ۱۹۱۹ء

وفاتِ مسیح پر ایک نئی دلیل

(مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب)

تمہید جب کسی قوم میں کوئی غلط خیال قائم ہو جائے۔ اور پھر کوئی شخص صحیح بات کا اظہار کرے۔ گو گو اس حق اور صحیح بات کے بڑے بڑے زبردست دلائل بھی پیش کر دیئے جائیں۔ تو بھی لوگ اس حق کو باطل اور اس باطل اور غلط خیال کو صحیح ظاہر کرتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن حق کا نشان یہ ہوتا ہے۔ کہ اس کے مؤید دلائل اور نشانات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ حق بالکل ثابت اور ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہاں تک منصف طبائع اس کو قبول کر لیتی ہیں۔ گو باطل پرست اخیر دم تک باطل پر قائم اور حق کا مقابلہ کرتے رہتے ہیں +

فلما توفیتنی سے وفاتِ مسیح پر دلیل بدقسمتی سے مسلمانوں میں یہ ایک غلط خیال قایم ہو گیا تھا۔ کہ حضرت مسیحؑ بن مریم زندہ

آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ اور اب تک زندہ چلے آتے ہیں۔ چودہویں صدی ہجری
میں خداوند رحیم وکریم نے مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا۔ جس نے آکر بڑے زور سے
اعلان کیا۔ کہ حضرت مسیح بن مریم زندہ نہیں۔ بلکہ فوت ہو گئے ہیں۔ اور سورۂ
مائدہ کی آیت وکنت علیھم شھیداً مادمت فیھم فلما توفیتنی
کنت انت الرقیب علیھم سے یوں استدلال فرمایا۔ کہ خداوند تعالےٰ کے
اس سوال کے جواب میں (کہ کیا تو نے اپنی امت کو یہ بتایا تھا۔ کہ مجھے اور
میری والدہ کو اللہ کے علاوہ دو اور معبود قرار دیں ۔) حضرت مسیحؑ کا یہ جواب دینا
(کہ میں نے نہیں کہا۔ بلکہ میں ان پر نگہبان رہا۔ جبتک میں ان میں رہا۔ ہاں جب تو نے
مجھے وفات دیدی۔ تو پھر تو ہی ان پر نگران تھا۔) صاف دکھاتا ہے۔ کہ حضرت
مسیح خداوند علیم کے آگے یہ اظہار دیں گے کہ میری توفی کے بعد ان میں یہ گمراہی
پیدا ہوئی ہے۔ تو جب اس آیت سے یہ ثابت ہوا۔ کہ مسیحؑ کی توفی پہلے اور
قوم میں اس گمراہی کا شروع بعد میں ہوا ہے۔ تو اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ قوم
میں یہ گمراہی اِس وقت ہے یا نہیں۔ تو ظاہر ہے۔ کہ عیسائیوں میں یہ گمراہی
اِس وقت موجود ہے۔ پس ثابت ہؤا۔ کہ حضرت مسیحؑ کی اس سے پہلے توفی
ہو چکی ہے۔ نزول قرآن مجید کے وقت دیکھتے ہیں۔ کہ یہ گمراہی قوم میں موجود
تھی۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ کہ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ
پھر فرماتا ہے۔ لا تقولوا ثلثۃ انتھوا خیرا لکم۔ جس سے صاف ثابت ہے
کہ اس وقت بھی یہ گمراہی ان میں موجود تھی۔ اس سے بھی ثابت ہوا۔ کہ اس
وقت سے پہلے حضرت مسیحؑ کی توفی بھی ہو چکی ہے۔

اب رہے توفی کے یہاں پر معنے۔ سو تاج العروس وغیرہ کتب لغت میں
لکھا ہے۔ توفی۔ فلانٌ اذا مات و توفاہ اللہ اذا قبض نفسہ و روحہ (تاج صفحہ ۳۹۴)

یعنی جب توفی کا فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہو۔ تو اس کے معنے بجز قبض

اور امانت کے اور کچھ نہیں ہوتے ۔ پس جب سب اہل لغت کا یہ متفق علیہ فیصلہ ہے ۔ بعد آیت کریمہ میں بھی ایسا ہی ہے ۔ تو یقیناً اس آیت کریمہ میں بھی اس کے معنے قبض روح اور امانت ہی کے ہیں ۔ غرض اس آیت سے صاف اور کھلے طور پر مسیحؑ کی وفات ثابت ہوئی ۔

مخالفین کے دو اعتراضوں کا جواب

پہلے اعتراض کا جواب اور وہ دو تو جواب رد ہو گئے ۔ جو حیات مسیحؑ کے قائلین نے اس آیت کی نسبت دئے ہیں ۔ اوّل یہ کہ توفی کے معنے پورا لینے کے ہیں ۔ نہ موت کے ۔ اور یہ جواب اس لئے غلط ہے ۔ کہ اہل لغت کے نزدیک اس قسم کی توفی کے معنے بجز قبض رُوح اور امانت کے اور ہیں ہی نہیں ۔ یہی وجہ ہے ۔ کہ آجتک باوجود ہزارہا انعام کے وعدہ کے کوئی ایک مثال بھی اس کے خلاف ثابت نہیں کر سکا ۔ اور پھر جب صحیح بخاری

احادیث سے توفیتنی کے یہی معنی ثابت ہوتے ہیں کی اس حدیث کو مدنظر رکھا جائے ۔ جس کو امام بخاری نے انی متوفیک کی تفسیر میں درج فرمایا ہے ۔ کہ وانہ یجاء برجال من امتی فیوخذ بھم ذات الشمال فاقول یا رب اصیحابی فیقال

تو یہ مسئلہ بالکل ہی حل ہو جاتا ہے ۔ کہ یہاں معنے موت ہی کے ہیں ۔ کیونکہ آنحضرت کا اس آیت کریمہ کو اپنے پر چسپاں کر کے یہ فرمانا کہ فاقول کما قال العبد الصالح . . . وکنت علیہم شہیداً مادمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم الآیۃ صاف صاف اس آیت کو بتاتا ہے ۔ کہ توفی کے جو معنے آنحضرتؐ پر چسپاں ہوتے ہیں وہی اس آیت میں حضرت مسیحؑ کے لئے بھی ضرور لینے پڑینگے ۔ پھر اس کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا قول بھی مدنظر رکھا جائے ۔ جو کہ اسی باب میں متوفیک کے معنوں کی نسبت امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے ۔ کہ قال ابن عباس متوفیک ممیتک تو پھر اور بھی زیادہ یہ بات کھل جاتی ہے ۔ کہ توفی کے معنے یہاں پر قبض روح اور امانت ہی کے ہیں ۔ اور پھر اگر پورا لینے کے معنے بھی بفرض محال کوئی لے ۔ تو اس سے بھی موت ہی ثابت ہوتی ہے ۔ کیونکہ خداوند تعالےٰ لے اللہ یتوفی الا نفس حین موتھا

انک لاتدری ما احدثوا بعدک فاقول کما قال عبد الصالح وکنت علیہم شہیداً مادمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم (بخاری کتاب التفسیر سورۃ المائدہ)

والتی لم تمت فی منامہا فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخریٰ الیٰ اجل مسمّیٰ (سورہ زمر)

میں قبض روح کی دو صورتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تام اور پورا قبض دوم ناتمام ناقص قبض جس میں قبض کے بعد پھر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ لیکن پورے اور تام قبض میں پھر نہیں چھوڑا جاتا۔ اور یہ موت میں ہوتا ہے۔ پس پورا لینا موت ہے نہ اور۔ اور یہ جواب چونکہ مردود اور غلط ہے۔ اسی وجہ سے مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنی اردو اور عربی دونوں تفسیروں میں توفی کے معنے اس آیت میں موت ہی کے کئے ہیں۔

دوسرے اعتراض کا جواب اور دوسرا جواب جو دیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ توفیت .... فعل ماضی ہے اور فعل ماضی اسکو کہتے ہیں جو بات کرنے کے وقت سے پہلے زمانہ میں کام ہونے پر دال ہو۔ اور ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ یہ جواب قیامت کو دینگے۔ تو جب بات کرنیکا وقت قیامت کا دن ہوا۔ تو توفیتنی جو فعل ماضی ہے۔ یہ اس بات پر دلالت کریگا۔ کہ مسیحؑ کی وفات قیامت کے دن سے پہلے ہوئی ہے۔ نہ پھر بلکہ اس وقت یا نزول آیت کے وقت سے پہلے ہوئی ہے۔ پس جس پر اس کی دلالت ہے۔ اس کے ہم بھی قائل ہیں۔ یعنی یہ کہ حضرت مسیحؑ قیامت سے پہلے فوت ہونگے۔ کیونکہ جب وہ اُتر کر چالیس سال بادشاہت زمین پر کرینگے۔ تو بعد ازاں فوت ہونگے۔ اور اسی وفات کو قیامت کے دن توفیتنی کے ساتھ بیان کرینگے۔ پس توفیتنی سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ قیامت سے پہلے مرینگے نہ یہ کہ اسوقت سے پہلے وہ مرچکے ہیں جو کہ تمہارا دعویٰ ہے"

اقول۔ یہ جواب اس لئے مردود اور غلط ہے۔ کہ ہم جو یہ کہتے ہیں۔ کہ اس وقت سے پہلے بلکہ نزول آیت کے زمانہ سے پہلے حضرت مسیحؑ کی وفات یہاں سے ثابت ہے۔ تو اس کو توفیتنی کے فعل ماضی ہونے سے ہم ثابت نہیں کرتے۔ بلکہ ہم تو اس سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ خدا نے جو مسیحؑ کا جواب نقل فرمایا۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ اپنی توفی کو پہلے اور قوم میں تثلیث پرستی کی گمراہی کے پیدا ہونے کو بعد بیان کرینگے۔

اور ظاہر ہے۔ کہ جس کو وہ توفی کے بعد بیان فرماتے ہیں۔ وہ اس وقت بلکہ نزول قرآن مجید کے وقت میں بھی ثابت اور موجود تھی۔ تو پھر اس سے یہ بھی ضرور ماننا پڑیگا کہ حضرت مسیحؑ کی توفی اس سے پہلے ہو چکی ہے۔ کیونکہ جب بھی کوئی دو چیزوں کی نسبت ہم کو یہ معلوم ہو۔ کہ فلاں پہلے اور فلاں بعد میں ہے۔ اور پھر ہم کو یہ معلوم ہو۔ کہ بعد والی چیز موجود ہے۔ تو ضرور ہم کو یہ بھی معلوم ہو جائیگا۔ کہ پہلی چیز بھی ضرور ہو گئی ہے۔ اور یہ وہ مضبوط بات ہے۔ جس کو میں نے مدّ کے مباحثہ میں پیش کیا تھا۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب اس کا جواب نہیں دے سکے تھے۔ پھر کئی سال بعد جب رامپور کے مباحثہ میں یہ بات پیش کی۔ تو مجھے خیال تھا۔ کہ اب مولوی صاحب ضرور اس کا کوئی جواب دینگے۔ مگر اس وقت بھی وہ اس کے جواب سے تہیدست ہی نکلے۔ اور انشاء اللہ آئندہ بھی اس کا جواب کوئی نہیں دے سکیگا۔

پھر اس زبردست اور قوی ترین دلیل کی تائید میں حضرت مسیح موعودؑ نے ۲۹ آیتیں پیش فرمائیں ٭ پھر حضور نے باب فی المعراج ففتح فلما خلصت اذا یحیٰی وعیسیٰ وھما ابنا خالۃ (مشکوٰۃ)..........

حدیث معراج

معراج کی حدیث پیش کی۔ جس میں آنحضرتؐ نے حضرت مسیحؑ کو وفات شدہ نبیوں کے ساتھ دیکھا تھا۔ اور ظاہر ہے۔ کہ زندہ کو مُردوں کے ساتھ کیا تعلق ہے

ابوبکر صدیقؓ کا خطبہ وفات رسول پر

پھر حضورؑ نے سیدنا حضرت ابوبکرؓ کا وہ خطبہ پیش فرمایا۔ جو کہ آپ نے آنحضرتؐ کے وصال کے وقت حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ کے خیال کی تردید کے لئے پڑھا تھا۔ جو کہ خیال کرتے تھے۔ کہ آنحضرتؐ فوت نہیں ہوئے۔ چنانچہ اس میں آیا ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ایھا الناس من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت ثم تلا وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علٰے اعقابکم الایۃ قال عمر فما ھو الا ان سمعت ابابکر یتلوھا فوقعت علے الارض ما تحملنی رجلای وعرفت انہ قد مات (حمامۃ الاسلام صفحہ ۵۴)

اسی طرح اور حدیثوں میں آیا ہے۔ کہ بعض صحابہؓ اس آیت کو گلیوں کوچوں میں پڑھتے جاتے تھے۔ اور ایسا محسوس کرتے تھے۔ کہ گویا یہ آیت کریمہ اب ہی نازل ہوئی ہے پس ظاہر ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ کی زبانی اس آیت کو سنکر آپؐ کی وفات کا قائل ہو جانا یہ صاف اور کھلی دلیل اس امر کی ہے۔ کہ ان سب نے اس کو تسلیم کرلیا۔ کہ پہلا کوئی نبی زندہ نہیں۔ اور حضرت مسیحؑ بھی فوت ہو گئے ہیں۔ ورنہ وہ کبھی آنحضرتؐ کی وفات کے قائل نہ ہوتے۔ بلکہ حضرت ابوبکرؓ پر یہ اعتراض ضرور کرتے۔ کہ جب مسیحؑ زندہ ہے۔ تو پھر سید الرسلؐ کس طرح فوت ہو گئے۔ مگر کسی نے یہ اعتراض نہیں کیا۔ اور سب نے آنحضرتؐ کی وفات کو تسلیم کرلیا۔ اور یہ صحابہؓ کا اجماع ہے۔ اس بات پر کہ کوئی پہلا نبی زندہ نہیں۔ اور حضرت مسیح بن مریم فوت ہو گئے ہیں۔ پس آنحضرتؐ کے بعد صحابہؓ کا سب سے پہلا اجماع اسی پر ہوا ہے۔ کہ مسیحؑ **فوت ہو گئے ہیں۔** اور زندہ ہرگز نہیں۔

تیسری حدیث پھر یہ حدیث پیش کی گئی۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسع لھما الا اتباعی (ابن کثیر بر حاشیہ فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۴۶)

جو صاف دلالت کرتی ہے۔ کہ جسطرح حضرت موسےٰؑ زندہ نہیں اسی طرح حضرت عیسےٰؑ بھی زندہ نہیں۔

چوتھی حدیث پھر وہ حدیث بھی پیش کی گئی۔ جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا (و اخبرنی ان عیسی ابن مریم عاش عشرین ومائة سنة) حجج الکرامہ ۴۲۸

بزرگان سلف کے اقوال پس یہ حدیث (جسکو نواب صدیق حسن خاں صاحب نے حجج الکرامہ میں صحیح اور حضرت مسیحؑ کی عمر کے بارہ میں سب سے زیادہ صحیح اور قابل وثوق مانا ہے۔) صاف دلالت کرتی ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ ۱۲۵ ہی سال زندہ رہے ہیں۔ اور بالاتفاق ثابت ہے۔ کہ صلیب کا واقعہ ان کی عمر کے تینتیسویں سال پیش آیا تھا۔ پھر بڑے بڑے ائمہ دین مثل امام مالکؒ وغیرہ کے مذہب اور اقوال پیش کئے۔ جن میں انہوں نے حضرت مسیحؑ کی وفات کا اظہار کیا تھا۔ پھر وہ شعر پیش کئے۔ جن کو خطیب لوگ جمعہ کے

خطبوں میں ہزارہا لوگوں میں منبروں پر متواتر طور پر پڑھا کرتے تھے۔ اور ان میں حضرت مسیحؑ کی وفات کی تصریح تھی۔ جیسے "کجا شد عیسےٰ مریم کہ مُردہ زندہ مے کردے"

اسی طرح مولانا مولوی اسمٰعیل شہید کے اشعار خطبہ میں ہے۔ کہ "عیسے کہاں مریم کہاں اس بات کا ہے سب کو غم"

پھر ان مروجہ کتابوں کے حوالے پیش کئے گئے۔ جن میں حضرت مسیحؑ کی وفات کی تصریح تھی۔ جیسی پکی روٹی کلاں جو پنجابی زبان میں ہے اور عموماً پنجابی لوگ اس کو پڑھتے ہیں اور جو جناب مولوی غلام رسول صاحب قلعہ میہاں سنگھ والے کی تصنیف ہے۔ جو کہ باخدا عالم مانے ہوئے ہیں۔ اس میں وہ لکھتے ہیں۔ کہ "جیکوئی پچھے۔ کہ حضرت عیسےؑ دی عمر کتنی ہوئی ہے؟ تُوں آکھ جی۔ اک سو ویہہ (۱۲۰) ورہے"

عقیدۂ حیات مسیح میں آنحضرتؐ کی ہتک ہے

پھر ان دلائل بیّنہ کے علاوہ یہ بھی بتایا گیا۔ کہ عقل اور عادت مستمرہ بھی یہی فتوےٰ دیتے ہیں۔ کہ حضرت مسیحؑ اس طویل عرصہ میں بجسمہ العنصری آسمان پر زندہ موجود نہیں۔ بلکہ فوت ہوگئے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر ان کی وفات کی کوئی دلیل بھی موجود نہ ہوتی۔ تو بھی عقل و عادت ان کی وفات ثابت کرنے میں کافی ہوتیں۔ مثلاً اگر تاریخ سے ثابت ہو۔ کہ وہ ہزار سال پہلے فلاں بادشاہ یا فلاں ولی تھا۔ اور پھر کسی تاریخ سے اس کی وفات کا پتہ نہ چلے۔ تو عقل و عادت پر نظر کرکے ہر ایک شخص اسکو فوت شدہ ہی تسلیم کریگا۔ پس جبکہ یہاں پر ایسے کھلے دلائل بھی ہیں تو پھر کیونکر حضرت مسیحؑ کی وفات ثابت نہ ہو۔ پھر یہ بھی بتایا گیا۔ کہ حضرت مسیحؑ کو زندہ تو اسی لئے مانا جاتا ہے۔ تاکہ اخیر زمانہ میں وہی آسمان سے زمین پر آکر جزیہ (یعنی حفاظت سلطانی کا ٹیکس جو کہ غیر اقوام سے لیا جایا کرتا ہے جبکہ وہ حفاظت سلطانی کے نیچے آکر زندگی بسر کرنا منظور کر لیتے ہیں) کفار سے لینا موقوف کر دیں۔ اور جبراً ان کو مسلمان بنائیں۔ اور جو مسلمان نہ ہوں۔ ان کو قتل کر دیں۔ اور اسلام کو ساری دنیا میں پھیلا دیں۔ یہاں تک کہ زمین پر ایک بھی غیر مسلم نہ رہے۔ نہ مشرک اور نہ یہودی اور عیسائی اور یہ وہ بات ہے جس سے آنحضرتؐ کی سخت ہتک اور تحقیر ہوتی ہے۔ کیونکہ اول

تو تم بھی اس کے مدعی ہو۔ کہ آنحضرتؐ سب انبیاء سے افضل اور سب سے زیادہ خداوند تعالےٰ کے پیارے ہیں۔ مگر باوجود اسکے جب آنحضرتؐ کو کفار قتل کرنے لگے۔ تو خدا نے آنحضرتؐ کو حکم دیا۔ کہ راتوں رات یہاں سے نکل کر بھاگ جا۔ چنانچہ آپؐ نے ایسا ہی کیا۔ اور کفار کے خطرہ سے تین دن سیاہ اور تنگ غار میں سانپوں اور بچھوؤں کے درمیان گذارے۔ اور پھر بڑی تکلیف اٹھا کر آپ مدینہ میں تشریف لیگئے۔ لیکن حضرت مسیحؑ کو جب کفار گرفتار کرنے لگے۔ تو خدا نے جبرائیل کو بھیجکر فوراً انکو چوتھے آسمان پر اٹھا لیا۔ پھر آنحضرتؐ تو ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہو کر خاک میں مدفون ہو گئے۔ مگر حضرت مسیحؑ دو ہزار سال سے زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ جس سے صاف اور واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ (نعوذ باللہ) مسلمانوں کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے۔ کہ آنحضرتؐ سب انبیاء سے خدا کے نزدیک زیادہ پیارے اور زیادہ عزیز اور افضل ہیں۔ بلکہ اس سے یہ ثابت ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ آنحضرتؐ سے خدا کے نزدیک زیادہ محبوب اور عزیز اور افضل ہیں۔ جو صریح غلط بلکہ صریح ظلم ہے۔ پھر آنحضرتؐ جو سب دنیا کو ہدایت دینے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ اور جنکے بھیجنے کا ثمرہ یہ بیان فرمایا گیا تھا۔ کہ لیظہرہ علی الدین کلہ۔ اور جو سب انبیاء سے افضل ہیں۔ اور جنکی امت خیرالامم ہے۔ وہ اور انکی امت تو سب لوگوں کو مسلمان بنانے سے عاجز رہے۔ یہانتک کہ اس عظیم الشان فتح کے لئے خداوند تعالیٰ کو ضرورت پیش آئے۔ کہ اس بہادر جرنیل کو کہ جو ریٹائر ہو کر ۲ ہزار سال سے آسمان پر چلا گیا تھا۔ پھر بلا کر کمان دے۔ تاکہ وہ فتح حاصل ہو۔ جسکو افضل الرسل اور اسکی خیرالامم امت نہیں حاصل کر سکی تھی۔ پس جسطرح کہ ایک شہنشاہ اپنے سب سے بڑے جرنیل کو ایک جنگ کی کمان دے۔ اور ساری فوج بھی اس کے حوالہ کر دے۔ مگر باوجود عرصہ دراز خرچ کرنے اور ہزارہا جانیں تلف کرنے کے وہ فتح حاصل نہ کر سکے۔ اور پھر ایک ریٹائر شدہ معمولی جرنیل کو کمان دیکر اس جنگ پر روانہ کرے۔ اور وہ جاتے ہی بدوں کسی جان کے صرف ہونے یا زمانہ خرچ ہونے کے وہ عظیم الشان فتح حاصل کر لے۔ تو ان جرنیلوں میں سے وہی افضل اور لائق سمجھا جائیگا۔ جس نے بدوں کسی صرف کے وہ عظیم الشان فتح حاصل کی ہے۔ اسی طرح یہاں پر بھی حضرت مسیحؑ ہی یقیناً افضل ٹھہرینگے۔ جنہوں نے

دوبارہ آکر اس عظیم الشان فتح کا سہرا حاصل کیا ہے۔ نہ آنحضرت صلعم۔ جو کہ تیرہ سو سال تک اس فتح کو حاصل نہیں کر سکے۔ اور علاوہ اس خرابی کے یہ مسلمانوں کی طرف سے مسیحی مشنریوں کے ہاتھ میں دیا ہوا حربہ ہے۔ جس کو وہ اہل اسلام ہی کے گلوں پر چلاتے ہیں۔ اور اس کی کوئی وار خطا نہیں جاتی۔ کیونکہ جب وہ مسلمانوں کی ان مسلمہ باتوں سے یہ نتائج نکال کر ان کے افراد کے آگے پیش کرتے ہیں۔ تو ضرور انکو ماننا پڑتا ہے۔ کہ بیشک مسیح افضل اور آنحضرت مفضول ہیں وہ فوراً آنحضرت کے علم کے نیچے سے نکل کر مسیح کے علم کے نیچے آسکتے ہیں *

ایک ضمنی نکتہ ان کے ان عقاید سے یہی خرابیاں نہیں لازم آتیں۔ بلکہ ان کے بالمقابل ایک یہ خرابی بھی لازم آتی ہے۔ کہ اس سے حضرت مسیح کا شقی ہونا برخلاف آیت ولم یجعلنی جبارًا شقیا لازم آتا ہے۔ جس کا ان کی نادانی سے آنحضرت پر افضل ہونا لازم آتا تھا۔ اور اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ اسلامی جنگوں میں یہ طریق رکھا گیا ہے۔ کہ جب کوئی قوم اپنی شرارتوں کیوجہ سے اس قابل ہو جاتی ہے کہ اس کے ساتھ جنگ کی جائے۔ تو اسکو پہلے یہ کہا جاتا ہے کہ تم اسلام لاؤ۔ اور اگر اسلام نہ لاؤ۔ تو پھر جو ٹیکس حفاظت سلطانی کا عرفاً قوموں دیا کرتی ہیں وہ ٹیکس ہم کو دینا منظور کر کے ہماری حفاظت میں آجاؤ۔ اور اگر یہ بھی نہ کرو۔ تو پھر ہم جنگ کرینگے۔ پس اس ٹیکس کے درمیان میں لانے سے جبر نہیں رہتا۔ کیونکہ اس مروجہ ٹیکس کو دیکر وہ اپنے لئے خلاصی حاصل کر سکتی ہے جیسے کوئی کہے کہ تم فلاں کام کرو۔ یا ہم کو اتنا نقد دیدو۔ ورنہ میں تمکو مارونگا۔ تو اب یہ جبر نہ ہوگا۔ کیونکہ نقد دے کر وہ خلاصی حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں کام کرو ورنہ میں مارونگا۔ تو یہ جبر ہوگا۔ پس اسی طرح جب مسیح آکر جزیہ (ٹیکس حفاظت سلطانی) کو موقوف کردیگا۔ اور کہیگا۔ اسلام لاؤ۔ ورنہ قتل کرونگا۔ تو یہ صریح جبر ہوگا۔ جو کہ اول تو لا اکراہ فی الدین کے صریح خلاف ہوگا۔ دوم اس سے حضرت مسیح جبار ٹھہرینگے۔ جو کہ انہی کے خوبے کے مطابق شقی ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ان کا قول منقول ہے۔ کہ وہ لم یجعلنی جبارًا شقیا۔ بلکہ حق تو یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح کو کبھی یہ موقعہ ہی نہیں ملا۔ کہ ان کو کوئی جبار قرار دے سکے۔ پس باوجود اس کے ان کا یہ کہنا کہ خدا نے مجھے جبار نہیں بنایا۔

جو کہ بدبخت ہوتا ہے) ایک پیشگوئی ہے گویا خدا نے ان کو بتا دیا تھا۔ کہ مسلمان کسی وقت تم کو جبار قرار دے کر (نعوذ باللہ) بدبخت اور ملعون قرار دیں گے۔ تو اس کی پہلے سے نفی کرنے کے واسطے انہوں نے فرما دیا۔ کہ ولم یجعلنی جبارا شقیا۔ مگر مسلمان بھی وہ ضدی ہیں۔ کہ خواہ حضرت مسیحؑ آنحضرت صلعم سے افضل قرار پائیں۔ یا حضرت مسیحؑ نعوذ باللہ شقی اور ملعون قرار پائیں۔ مگر انہوں نے ضرور مسیحؑ کو زندہ رکھنا اور زمین پر لانا ہے +

مگر جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے۔ کہ حق کی تائید ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ روز روشن کی طرح وہ کھل جاتا ہے۔ لیھلک من ھلک عن بینة ویحیی من حی عن بینة۔ اسی طرح وفات مسیحؑ کی بھی تائید ہوتی چلی جاتی ہے۔ چنانچہ آجکل

ایک نئی حدیث وفات مسیحؑ کے ثبوت میں

مجھے ایک نہایت اعلےٰ پائے کی کتاب سے ایک نہایت اعلےٰ درجہ کی حدیث ملی ہے۔ جو نہایت ہی وضاحت کے ساتھ حضرت مسیحؑ کی وفات کی خبر دیتی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ **طبقات کبیر لمحمد بن سعد** جو کہ حالات شمیر نفر آنحضرتؐ و حالات صحابہ کرام بلکہ ابتدائی اسلامی تاریخ کی جڑھ ہے۔ اس کی جزو ثالث صفحہ ۲۶ پر ہبیرۃ بن یریم سے روایت کی ہے۔ کہ اس نے کہا۔ کہ لما توفی علی بن ابیطالب قام الحسن بن علی فصعد المنبر فقال ایھا الناس قد قبض اللیلة رجل لم یسبقه الاولون ولا یدرکه الاخرون قد کان رسول اللہؐ یبعثه المبعث فیکتنفه جبرائیل عن یمینه ومیکائیل عن شماله فلا ینثنی حتی یفتح اللہ له وما ترک الا سبع مائة درھم اراد ان یشتری بھا خادما ولقد قبض فی اللیلة التی عرج فیھا بروح عیسی بن مریم لیلة سبع وعشرین من رمضان ؎

ترجمہ:۔ ہبیرہ بن یریم نے کہا۔ کہ جب علی بن ابیطالب فوت ہوئے۔ تو حسنؓ بن علی علیہ السلام کھڑے ہوئے۔ اور منبر پر چڑھے۔ تو فرمایا۔ اے لوگو! آج رات وہ شخص فوت ہوا ہے۔ جس سے نہ تو پہلے لوگ بڑھے ہیں۔ اور نہ پیچھے آنیوالے لوگ اسکو پہنچینگے۔ آنحضرت صلعم

اس کو جنگ پر روانہ فرماتے۔ تو حضرت جبرائیلؑ اس کے دائیں طرف سے اور حضرت میکائیلؑ
بائیں طرف سے گھیر لیتے تھے۔ تو آپ نہیں واپس ہوتے تھے۔ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ فتح کر دیتا تھا
اور اس نے بجز سات سو درہم کے اور کچھ ترکہ نہیں چھوڑا سو وہ چاہتا تھا۔ کہ ان کے بدلے میں کوئی
خادم خریدے۔ اور واللہ یقیناً وہ اس معروف و مشہور رات میں فوت ہوا ہے۔ کہ جس کو
تم جانتے ہو۔ کہ اس میں حضرت عیسےٰ بن مریم کی رُوح اوپر چڑھائی گئی ہے۔ اور رمضان کی
ستائیسویں رات ہے" پس ناظرین اچھے طور پر غور فرمائیں۔ کہ اس سے بڑھ کر کسی کی موت
کی خبر اور کس طرح وضاحت ہو سکتی ہے۔ توفی کا لفظ اور کسی انسان کے لئے آئے۔ حتیٰ
کہ سید ولد آدمؐ کیلئے آئے۔ تو اس کے معنے قبض روح کے ہوں۔ مگر حضرت مسیحؑ کیلئے
توفی کا لفظ آئے۔ تو اس کے معنے جسم اور رُوح دونوں کے اکٹھے لینے کے ہو جائیں۔ مثلاً
فلاں کسی کے لئے آئے۔ تو اس کے معنے موت کے ہوں۔ یہاں تک کہ کل انبیاء کیلئے یہ
آئے۔ تو اس کے معنے موت کے ہوں۔ مگر مسیحؑ کے لئے اس کے معنے بھی ڈیوٹی سے ہٹ جانے
کے ہو جائیں۔ توفی کے بعد جو رفع ہو۔ وہ رفع روحانی ہو۔ لیکن مسیحؑ کے لئے اس کے معنے
بھی رفع جسمانی کے ہو جائیں۔ اب اس حدیث میں صاف طور پر حضرت مسیحؑ کی رُوح کے رفع
کی خبر دی گئی ہے۔ پھر اس کی خاص تاریخ اور خاص وقت بتایا گیا ہے۔ اور وہ بھی ایسے الفاظ
کے ساتھ جن کے اور کوئی معنے ہو ہی نہیں سکتے۔ پھر ایسے طرز کے ساتھ کہ جس سے
صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ سب مخاطبین صحابہؓ اور تابعین اس وقت اور اس تاریخ
کو اس وصف کے ساتھ پہلے سے جانتے تھے۔ کہ حضرت مسیحؑ کی رُوح اس میں اٹھائی
گئی ہے۔ کیونکہ التی جو کہ موصول کہلاتا ہے۔ اسی مقصد کے لئے موضوع ہے۔

پس اب دیکھئے۔ یہ منصف مزاج اور حق پرست مولوی صاحبان اس کے
کیا معنے کرتے ہیں۔ پھر طرفہ یہ ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین کی وفات پر کس قدر اجتماع
ہوگا۔ اور اس اجتماع کے موقعہ پر امام حسنؓ جیسی شخصیت کے شخص منبر پر چڑھ کر
فرماتے ہیں۔ کہ امیر المومنین اس رات میں فوت ہوئے۔ جس میں تم جانتے ہو۔ کہ
حضرت عیسیٰؑ کی رُوح اٹھائی گئی تھی۔ اور وہ ستائیسویں رمضان کی ہے۔ مگر

کوئی صحابیؓ کوئی تابعی نہ کوئی عالم اور نہ کوئی جاہل یہ کہتا ہے۔ کہ حضور آپ یہ کیا فرماتے ہیں حضرت عیسےٰؑ تو زندہ بجسمہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ اور اب تک زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ اور پھر اس پر طرفہ یہ۔ کہ ہم کو بھی ساتھ شریک کرتے ہیں کہ ہم بھی اس کو جانتے اور مانتے ہیں۔ کہ وہ فلاں رات میں فوت ہوئے ہیں۔ لیکن کوئی بھی نہیں بولتا۔ اور سکوت اختیار کر کے سب اس کی تصدیق کر کے دوبارہ حضرت مسیحؑ کی وفات پر اجماع کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعد کے علماء بھی اس کو تسلیم کرتے رہے۔ کہ **حضرت عیسےٰؑ فوت ہو گئے ہیں**۔ جبھی تو وہ ایسی روایات نقل کرتے۔ اور اپنی کتابوں میں درج کرتے رہے ہیں۔ ورنہ اگر ان کا یہ خیال ہوتا۔ کہ بہت سی آیات قرآنیہ اور صحیح احادیث سے حضرت عیسےٰؑ کی حیات ثابت ہے۔ جیسے کہ آجکل کے علماء شور مچا رہے ہیں۔ تو کس طرح ایسی روایتوں کو نقل یا درج کرتے۔ جو کہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ صحیحہ کے برخلاف اور پھر ان کے اعتقاد کے خلاف حضرت مسیحؑ کی وفات پر صراحتہً دال ہیں۔ اس روایت نے اس کے معنے بھی کھولدیئے۔ جو کہ مشہور ہے۔ کہ **رفع علیؓ کما رفع عیسےٰ** یعنی جسطرح حضرت عیسےٰؑ ستائیسویں رمضان کی رات میں فوت ہوئے۔ اور ان کی روح مبارک آسمان پر اٹھائی گئی۔ اسی طرح حضرت علیؓ بھی ستائیسویں رمضان کی رات میں فوت ہوئے۔ اور ان کی روح مبارک بھی آسمان پر اٹھائی گئی۔ نہ یہ کہ حضرت علیؓ بھی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے۔ جیسے کہ حضرت عیسےٰؑ زندہ جسد عنصری کے ساتھ اٹھائے گئے تھے ؎

قدامت رُوح و مادہ ثابت کرنے کیلئے وید و اپنشد سے جو حوالے دیئے جاتے ہیں۔

ان پر ایک تنقیدی نظر

پہلا منتر۔ جو بانی آریہ سماج نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں نقل کیا ہے۔ وہ رگ وید منڈل ۱ سوکت ۱۶۴ کا آٹھواں منتر ہے۔ جس کو ذیل میں معہ ترجمہ از مصنف ستیارتھ لکھکر اس کا اصل مطلب ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

عبارت اصلی | دُوا۔ سُپرنا۔ سیُجا۔ سکھایا۔ سمانم۔ برکھشم۔ پری شسو جاتے۔ تیسورینہ۔ پپلم۔ سوادُت ین۔ شنق ننیو۔ ابھی چاک شیتی۔"

ترجمہ سوامی | پرمیشور اور جیو (رُوح) دونوں کی ذی شعور اور ان میں پرورش کرنا وغیرہ صفات یکساں ہیں۔ ان میں باہم محیط و محاط کا تعلق ہے۔ اور باہم مِتر (مانوس) گویا قدیم اور ازلی ہیں۔ ایسے ہی درخت جس کی جڑیں بصورت ازلی علت اور شاخیں بصورت معلول یعنی جو حالت کثیف میں آکر پھر پرلے کے وقت قدرت میں مل جاتا ہے۔ تیسری ازلی شئے ہے۔ ان تینوں کے صفت۔ فعل اور عادات بھی ازلی ہیں۔ جیو اور پرمیشور دونوں میں سے ایک یعنی جیو اس کائنات میں پاپ پُن کے پھل کو اچھی طرح بھوگتا ہے۔ اور دوسرا پرماتما (خدا) کرموں کے پھل کو نہیں بھوگتا۔ اور چاروں طرف یعنی اندر باہر سب جگہ موجود ہے۔ جیو سے ایشور اور ایشور سے جیو اور ان دونو سے پرکرتی اپنی ذات سے جُدا ہے۔ اور تینوں ازلی ہیں" ستیارتھ اردو صفحہ ۲۴۰ و ۲۴۱۔

ناظرین! اگر آپ سوامی جی کے مندرجہ بالا ترجمہ کے ان زائد الفاظ کو نکالدیں۔ جن کے نیچے خط کھینچ دیا ہے۔ تو پھر دیکھئے۔ اس منتر کی اور آریہ سماج کے سدھانت کی اصل حقیقت کیا رہ جاتی ہے۔

بات تو درست تب تھی۔ جبکہ بانی آریہ سماج بے جا کھینچا تانی اور من مانے ارتھ کو ایک طرف رکھتے ہوئے اس وید منتر کا صحیح لفظی ترجمہ کر دیتے۔ پھر ناظرین ملاحظہ فرما لیتے کہ اس منتر میں کہاں اور کس طرح قدامت مادہ و روح کا باطل دعوےٰ مرقوم ہے۔

سوامی جی خود ہی سمجھتے ہونگے۔ جبھی تو لفظی ترجمہ سے گریز کرتے مفسرانہ رنگ اختیار کرنے پر مجبور ہوئے۔ (مفسرانہ بمعنی اناپ شناپ)۔ اب ہم اس وید منتر کا لفظی ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہوئے آریہ صاحبان سے دریافت کرینگے ہیں۔ کہ اس منتر کے کونسے لفظ یا فقرہ سے قدامت ارواح و مادہ کا دعوےٰ نکلتا ہے۔

لفظی ترجمہ "دو پرندے آپس میں ملے ہوئے۔ باہم دوست۔ ایک ہی درخت پر۔ متمکن۔ ان میں سے ایک۔ اس پیپل (درخت) کا۔ ذائقہ۔ چکھ رہا ہے۔ دوسرا کچھ نہ کھاتا ہوا۔ دیکھ رہا ہے"

یہاں نہ کوئی پرمیشور جیو کی ازلیت کا تذکرہ نہ قدامت مادہ (پرکرتی) کا بیان صرف چڑے چڑیا کی کہانی ہے۔ جو اپنے اندر بجھارت یا پہیلی سے زیادہ کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی اور اگر مان بھی لیا جائے۔ کہ دو پرندوں سے مراد ایشور اور جیو ہے۔ اور درخت پرکرتی تو پھر بھی بانی آریہ سماج کا مدعا و مقصد ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس وید کی شرتی میں ایسا بھولے سے بھی کوئی لفظ موجود نہیں۔ کہ جو ان کی ازلیت و قدامت کا واچک یعنی بیان کرنے والا ہو۔

معزز ناظرین! یہی ایک وید منتر ہے۔ جو ہر ایک سماجی کے منہ سے نکلتا ہوا آپ سنیں گے۔ جس کی اصل حقیقت آپ نے آج بچشم خود دیکھ لی +

دوسرا منتر اب ہم سوامی جی کے دوسرے وید منتر کا بھی راز طشت از بام کرتے ہیں ر

"شاش وتی بھیا ہ سما بھیا:" (یجروید ادھیائے ۴۰ منتر ۸)

"یجروید کے بیچ کا ایک ٹکڑا نقل کر کے اس کے معنے یہ کئے گئے ہیں۔ کہ ازلی و قدیم ارواح یعنی مخلوقات کے لئے پرمیشور نے بذریعہ الہام وید تمام علوم کو ظاہر کیا"
(ستیارتھ اردو صفحہ ۲۱۳)

کاش کہ سوامی جی اس وید منتر کو پورا نقل کر کے لفظی ترجمہ کر دیتے - تو قدامت وغیرہ کی سب پول خود ہی کھل جاتی - اور ہمیں اپنی طرف سے کلام کرنے کی ضرورت نہ ہوتی +

مگر ایسا کرنے سے سوامی جی کا مدعا حاصل نہیں ہو سکتا تھا - اس لئے انہوں نے دو فقرے نقل کر کے ان سے ارواح وغیرہ کی ازلیت کا بزعم خود ہی ثبوت دیدیا - ان ہر دو فقرات کا لفظی ترجمہ صرف یہ ہے - کہ

"ہمیشہ سے" "برسوں سے" مگر معلوم نہیں - کہ ان فقرات سے سوامی جی نے ارواح کی ازلیت کیسے سمجھ لی -

یجروید کے اسی چالیس ادھیائے کے آٹھویں منتر کا ترجمہ ایش اپنشد کی تفسیر میں پنڈت راجارام صاحب پروفیسر ڈی - اے - وی کالج لاہور نے کیا ہے ہم اس سے ان ہر دو فقرات کا ترجمہ محض ایسے آریہ دوستوں کی خاطر ذیل میں نقل کرتے ہیں - جو بوجہ ضد کے ہمارے ترجمہ کو صحیح نہ سمجھیں -

"شش وتی بھیا سما بھیا"

سدا (ہمیشہ) رہنے والے برسوں کے لئے (یعنی) ہمیشہ کے لئے "

ایش اپنشد ہندی ص۹

پنڈت صاحب موصوف کے ترجمہ کے علاوہ ایک دوسرے سماجی فاضل کا ترجمہ بھی ملاحظہ ہو -

"لگاتار برسوں کے لئے"

تفسیر ایش اپنشد از پنڈت تلسی رام صاحب آریہ مفسر سام وید وغیرہ - ہندی ص۲

تیسرا ترجمہ بھی آریہ صاحبان دیکھ لیں کہیں ان کے دل میں کسی قسم کا شک نہ رہ جائے -

"نرنتر ہمیشوں سے" یعنی لگاتار زمانہ سے دیکھو - اپنشد آریہ بھاشیہ از

پنڈت آریہ منی صاحب - پروفیسر سنسکرت فلاسفی - ڈی - اے - وی کالج لاہور

(صفحہ کتاب ۱۱)

چوتھا ارتھ بھی دیکھئے - اناوی کال سے (قدیم زمانہ) اور رعایا کے لئے - اشیاء حقیقی طور پر بناتا ہے - (ایش اپنشد کا سولہواں ادھیائے ہندی صہ ۳۲ مصنفہ پنڈت ساتو لیکر صاحب)

جبکہ چار فاضل آریوں نے ہمارے ترجمہ کی تصدیق کردی - تو کون ہے - جو بانی آریہ سماج کے کئے ہوئے ارتھ کو بدیہی البطلان نہ سمجھے گا - اور اگر اسقدر شہادتوں کے ہوتے ہوئے بھی کوئی ضدی اور متمرد سماجی انکار کرتا جائے - تو ہم اس کے لئے ایک اور طریق فیصلہ بتلاتے ہیں - وہ یہ ہے کہ ایسا معترض سوامی جی کے مندرجہ بالا ترجمہ کو وید کے مذکورہ بالا ہردو فقرات سے بروئے لغات سنسکرت ثابت کر دکھائے - تو ہم ایسے شخص کو مبلغ پچاس روپے چہرہ شاہی **نقد انعام** دیتے ہوئے اپنے ترجمہ کو غلط اور سوامی کا ترجمہ صحیح مانتے ہوئے یہ تسلیم کریں گے - کہ بیشک ویدوں میں ارواح کی قدامت کا تذکرہ ضرور ہے - مگر ایسا ہونا اسنبھو (محال ہے)

ناظرین حیران ہونگے - کہ اس فقرہ کا کہ "لگاتار برسوں سے" - "سدا زمانہ سے" کوئی مقصد معلوم ہونا چاہیئے - سو ہم بتلائے دیتے ہیں - کہ یہ یجروید کے چالیسواں ادھیائے کے آٹھویں منتر کا ایک ٹکڑا سوامی نے اپنے دعوے کے اثبات میں پیش کیا - ہم نے صرف اسی کے اندر محدود رہتے ہوئے اس کی تردید کردی - پورے منتر کو جب سوامی نے نہ نقل کیا - تو ہم ایسا کیوں کرنے لگے تھے - مگر اب ناظرین کی خاطر اس منتر کا لفظی ترجمہ ذیل میں نقل کئے دیتے ہیں - جس سے پڑھنے والوں پر یہ امر اور بھی روز روشن کی طرح عیاں و منکشف ہو جائیگا - کہ بانی آریہ سماج اپنے خیالات کو ہندو ونکی نظروں میں باوقعت بنانے کیلئے اپنی قدیم مذہبی و دینی کتب کی عبارات کی لاطائل تاویلات کا کس طرح استعمال کرتا ہوا نظر آتا ہے -

"کیونکہ اس نے اس شدھ (پاک) ذات کو پالیا ہے - جو پورے زور سے چمک

رہی ہے۔ جس کا جسم نہیں۔ گھاؤ نہیں۔ ناڑی نس نہیں۔ جو ہر ایک برائی سے بری ہے۔ سرو گیہ (علیم کل) دلوں کے اندر کی جاننے والا ہے۔ سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ قایم بالذات ہے۔ جس نے سالہا سال کے لئے تمام پدارتھ (اشیاء) کو ایک باقاعدہ ترتیب دی ہے"

دیکھو ترجمہ کے لئے کتاب بنام اُپ نشدیں اُردو ترجمہ پنڈت راجارام صاحب صہ ۱۴۰ یہ ترجمہ ایک فاضل آریہ کا ہے اس کو دیکھتے ہوئے اب آریہ صاحبان کو بنظر انصاف غور کرنا چاہیئے۔ کہ سوامی دیانندجی نے ویدوں کے تراجم میں کہاں تک احتیاط کی ہے

تیسرا منتر اب سوامی جی کا تیسرا منتر (رگوید منڈل ۱۰ سکت ۱۲۹ منتر ۳) ملاحظہ ہو جو انہوں نے اپنے پانچویں وید ستیارتھ پرکاش صہ ۲۳۹ میں پیش کرکے اس سے قدامت کا ثبوت دیا ہے۔ اس کی پڑتال کرنے سے پہلے منتر کی اصل عبارت اور ترجمہ از سوامی دیانند ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

اصل منتر۔ "تم۔ آسیت تما۔ گوڑ ہگرے۔ پرکیتم۔ تھشینا میو ہیتم۔ یداسیت۔ تپ سستمہنا۔ جائتیکم"

ترجمہ سوامی۔ یہ سب عالم پیدائش سے پیشتر تاریکی میں چھپا ہوا اندھیرے جیسا ناقابل تمیز اور آکاش (خلا) کی طرح (جسم و شکل نہ رکھنے والا) تھا۔ اور غیر محدود پرمیشور کے مقابلہ میں محدود اور اس سے آچھادت (پرمیشور اس میں اور اس سے باہر موجود) تھا۔ بعد ازاں پرمیشور اس کو اپنی قدرت سے حالت علت سے حالت معلول میں لایا"

(ستیارتھ اردو صہ ۲۳۹ باٹ) - (بریکٹ مترجم ستیارتھ کے ہیں۔ احمدی مہاجر)

اس منتر کا ترجمہ تھوڑی دیر کے لئے سوامی دیانندجی کا کیا ہوا ہی صحیح تسلیم کرلیا جائے تب بھی یہ امر ثابت نہیں ہوتا۔ کہ ارواح و مادۂ عالم قدیم و ازلی ہیں۔ کیونکہ اس من گھڑت ترجمہ میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں۔ جو مادہ وغیرہ کی ازلیت کا مثبت ہو۔

اب سوامی جی کے طبعزاد ترجمہ کے بطلان کیلئے اپنی طرف سے لفظی ترجمہ نہ کرتے ہوئے صرف پنڈت راجارام صاحب فاضل آریہ کا ہی ارتھ پیش کئے دیتے ہیں جس سے

ناظرین سوامی صاحب کے ایجاد بندہ ترجمہ کا بدیہی البطلان ہونا دیکھ لینگے۔

صرف اردو ترجمہ ۔شروع میں اندھیرا تھا۔ اندھیرے میں چھپا۔ یہ سب بغیر الگ الگ نشان کے ایک شکل ہو رہا تھا۔ یہ سارا جو اس وقت تچھ سے ڈھپا ہوا تھا۔ تب محنت وریاضت) کی طاقت سے وہ ایک پیدا ظاہر ہوا۔" دیکھو کتاب وید ایڈیشن ہندی صفحہ ۵۶ جلد اوّل)

اب اس لفظی ترجمہ اور سوامی جی کے من گھڑنت ترجمہ کو بالمقابل رکھ کر ملاحظہ کیجئے آپ کو فوراً معلوم ہو جائیگا۔ کہ سوامی صاحب اپنے مطلب کو سدھ کرنے کے لئے لوگوں کی کم علمی وجہالت سے کس قدر اور کس طرح فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔

معزز ناظرین!

اس منتر کے لفظی ترجمہ کو دیکھئے۔ کہ سوامی جی نے جو الفاظ اپنے ترجمہ میں بیان کئے ہیں۔ کس طرح صحیح اور راست ہیں۔ وہ علت ومعلول کا اثر نگا کہاں اڑ گیا۔ ہاں اگر کوئی سماجی دوست یہاں یہ حجت کرے۔ کہ اس لفظی ترجمہ سے مادہ کی قدامت ہی نکلتی ہے۔ تو ہم اس سے دریافت کرینگے۔ کہ مادہ بیجان میں محنت وریاضت کی صفت موجود ہے؟ کیا وہ خود بخود اندھیرے سے نکل کر روشنی میں اور علت سے معلول لطیف سے کثیف بن سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پس یہاں مادہ کی بابت کسی قسم کا تذکرہ نہیں۔ بلکہ پرمیشور کے خلق کرنے کا بیان ہے۔ کہ وہ قبل پیدائش کائنات چھپا ہوا تھا۔ یعنی اسوقت تخلیق وغیرہ کچھ نہ کی تھی۔ کیونکہ جب تک وہ کچھ کرے نہیں پوشیدہ ہی تصوّر ہوگا۔

پس جب اس نے ارادہ کیا۔ تو تپ وغیرہ کر کے ظاہر ہو گیا۔ یہی اس وید منتر کا مطلب ہے۔ نہ کہ بقول دیانند جی علت مادی کی ازلیت کا موید۔

ستیارتھ پرکاش کے اس صفحہ پر رگوید اور یجروید کے دو منتر پیدائش عالم کے متعلق تحریر کئے ہیں۔ ان میں کوئی قدامت و ازلیت کا دعوےٰ نہیں۔ صرف یہی بیان ہے۔ کہ پرمیشور نے کل دنیا کو پیدا کیا۔ اور وہی فنا کریگا وغیرہ۔ سو

اس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ۔ یہ اسلامی عقاید کے مؤید و مصدق ہیں ۔ اس لئے یہاں لکھنا غیر ضروری سمجھ کر نظر انداز کرتے ہیں ۔

ہماری تحقیق میں سوامی دیانند نے اثبات قدم مادہ و ارواح کے لئے اپنی کتب میں جتنے وید منتر پیش کئے۔ ہم نے ان کی پڑتال کرتے ہوئے اصل حقیقت کو آشکار کر دیا۔ اب ویدوں کے حوالہ جات سے گزر کر سوامی صاحب اپنشد وغیرہ کتب سے چند ایک عبارات اپنے ایسے باطل سدھانت کی تصدیق میں پیش کرتے ہیں۔ جنکو نمبروار ذیل میں نقل کر کے اصل مطلب کا اظہار کرتے ہیں۔

اُپنشد کا پہلا منتر

سوامی صاحب ستیارتھ میں وید منتروں کے آگے سب سے پہلے شویتا شوتر اپنشد کا ایک منتر پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسا کرنے کا ان کو کوئی استحقاق حاصل نہیں ۔ کیونکہ وہ اس اپنشد کو غیر مستند کتب میں شمار کر چکے ہیں ۔ ملاحظہ ہو۔ کتاب رگوید آدی بھاش بھومکا۔ اردو ص ۱۵۹ و ۱۶۰

مگر خیر اب انہوں نے اپنے دعویٰ کی تصدیق میں پیش کر دیا ہے۔ تو ہم بھی اپنے بھولے بھٹکے آریہ بھائیوں کی خاطر اس کی پڑتال کئے دیتے ہیں۔

اصل منتر۔ "اجامیکام لوہت شُکل کرِشنام بہوی : ۔ پرجا : سر جمانام سروپام ۔ اجوہئے کو ۔ جُوشمانو ۔ انوشیتے ۔ جہاتئے نام ۔ بھگت بھوگام ۔ جوانیہ : ۔"

(شویتا شوتر اُپنشد او ہیائے ۴ منتر ۵ منقول از ستیارتھ اردو ص ۲۴۱)

ترجمہ سوامی :۔ "پرکرتی ۔ جیو اور پرمیشور تینوں غیر پیدا شدہ ہیں۔ یعنی ان کی کبھی پیدائش نہیں ہوتی ۔ اور نہ کبھی پیدا ہوتے ہیں۔ گویا یہ تینوں اس عالم کے سبب یا علت ہیں۔ ان کی کوئی علت نہیں۔ ازلی جیو اس ازلی پرکرتی کا بھوگ کرتا ہوا اس میں پھنستا ہے۔ اور پرمیشور اس میں نہیں پھنستا۔ اور نہ اس کو بھوگتا ہے"

ناظرین ادو خوبصورت پروں والے پرندے بیٹھے ہوئے کی جو ایک پہلی

ہم رگوید کے منتر سے اوپر بتلا چکے ہیں۔ اسی قسم کی یہ بھی ایک چیستان بنائی گئی ہے۔ آپ اس منتر کا لفظی ترجمہ ملاحظہ فرمائیں گے۔ تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ اس منتر کے سیدھے سادے معانی کو کس طرح غت ربود کر کے اپنی ہی من مانی تفسیر کرنی شروع کر دی۔ اور اپنے زعم میں ایشور جیو۔ مادہ کی قدامت کا ثبوت دیدیا۔

ہم اس منتر کا بالکل لفظی ترجمہ اپنی طرف سے نہیں۔ بلکہ پنڈت راجارام صاحب کے قلم سے ہی نکلا ہوا ذیل میں درج کرتے ہیں۔ جس کو پڑھنے سے بیساختہ ہنسی آ جائیگی۔ اور ہنسی کے ساتھ ہی سوامی جی کی قابلیت و علمیت پر حیرانی بھی ہوگی۔ کہ کس طرح ایک فاضل مہاتما لایعنی باتوں کو اپنے ڈھانچہ میں ڈھالنا چاہتا ہے۔ اور ناکامی و نامرادی کا موہنہ دیکھتا ہے۔

ترجمہ لفظی پنڈت راجارام جی۔ صرف اردو ترجمہ۔ ایک بکری ہے۔ جو سرخ۔ سفید اور سیاہ رنگ (کی) ہے۔ اچھی شکل والی ہے۔ اور بہت سی اولادیں پیدا کر رہی ہے۔ اور ایک بکرا اسے پیار کرتا ہوا اس کے ساتھ سوتا ہے۔ اور دوسرا بکرا اسے چھوڑ دیتا ہے۔ جب اس نے اس کے بھوگ بھوگ لئے ہیں۔ (فائدہ اٹھالیا ہے) تفسیر شوتیا شوتر ہندی صہ ۳۱)

کہاں بکری بکرے کا باہمی ملاپ اور گھٹیا افسانہ اور کہاں اس سے خدا روح مادہ کی قدامت کا ثبوت۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ سوامی جی نے بکری سے پرکرتی اور دو بکروں سے ایشور اور جیو مراد لے کر اپنے دعوے کو ثابت کرنا چاہا ہے۔ اور ٹھوکر صرف ایک لفظ سے لگی ہے وہ یہ کہ لفظ "اَج" بکرے کو کہتے ہیں۔ مگر اس کی بجائے "اجنما" سمجھ کر غیر فانی روح یا مادہ سمجھ لیا۔

وید کے دھرم کا مدار المہام مسئلہ اور سدھانت ہو اور اس کے اثبات میں ایسے استعارات و تلازے ایک محقق کو حیرانی و پریشانی میں مبتلا کرنے کے سوا اپنے اندر کوئی بھی صداقت و حقیقت نہیں رکھتے۔

اور پھر اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے۔ کہ تین بکرے بکری سے مراد روح۔ مادہ خدا ہے۔ تو بتلاؤ۔ یہ کہاں لکھا ہے۔ کہ روح مادہ غیر مخلوق اور ازلی ہیں۔ اور پھر تین بکروں سے مراد روح۔ خدا۔ مادہ ہی کیوں لی جائے۔ خدا۔ زمانہ۔ خلاء۔ کیوں نہ فرض کر لیا جائے۔ یا مادہ۔ ایتھر۔ انرجی یا مسیحی عقیدہ۔ خدا۔ مسیح روح القدس کو کیوں ان تین بکری۔ بکروں کا مصداق نہ سمجھا جائے۔

اگر سوامی صاحب نے خدا۔ روح۔ مادہ کی قدامت ثابت ہی کرنی تھی۔ تو ان ہر سہ نام کی ہستیوں کی کوئی خاص خصوصیت اس منتر کے کسی لفظ سے نکالکر پیش کرتے۔ پس اس غیر مستند اُپنشد کی عبارت بھی پیش کر کے سوامی صاحب اپنے مدعا و مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ جس کا ہمیں بھی افسوس ہے۔

اب دوسری پیش کردہ عبارت ملاحظہ ہو۔

اُپنشد کا دوسرا منتر

اصل عبارت:۔ "ایو میو کھلو۔ سومیا نیین۔ شونگے نا پو۔ مول منی وچھد بھسو میا۔ شونگھین۔ تیجو مول منی وچھنہ۔ تیجسا۔ سومیا۔ سومیتھا سنروا۔ پرجا:۔ سداتنیا۔ ست پرتشتھا"

(چھاندوگیہ اُپنشد پرپاٹھک ۶ کھنڈ ۸ پروا کا ۴)

ترجمہ سوامی:۔ اے شویت کیتو! ان روپ پرتھوی یعنی حالت کثیف میں آئی ہوئی مٹی سے اس کی علت یعنی پانی کو جان۔ اور حالت معلول میں آئے ہوئے پانی سے اس کی علت آگ کو جان اور حالت محسوس میں آئی ہوئی آگ سے اسکی حالت علت کو جو غیر فانی پرکرتی (مادہ) ہے۔ اس کو جان۔ یہی غیر فانی پرکرتی تمام عالم کی بنیاد۔ مخرج اور جائے قیام ہے۔ یہ تمام عالم پیدائش کے پہلے است یعنی غیر محسوس کی شکل تھا۔ اور جیو آتما (روح) برہم اور پرکرتی میں سمایا ہوا موجود تھا۔ ابھاؤ یعنی عدم نہ تھا (ستیارتھ اردو صد ۲۴۲)

اگر کوئی آریہ سماجی ہیں اس اُپنشد واکیہ کا لفظی ترجمہ کر کے پھر اس کے سے سوامی جی

وہ الفاظ نکال کر دکھلاویئے۔ جن کے نیچے ہم نے خط کھینچ دیا ہے۔ تو ہم ایسے بہادر اور اور مرد میدان کو مبلغ عنہ روپیہ نقد بطور معاوضہ محنت پیش کرینگے۔ مگر ع
"این خیال است و محال است و جنوں"

اس سنسکرت کی عبارت کے آخر میں ایک لفظ "ست" آیا ہے۔ جس کو لے کر سوامی جی نے پونے تین درجن کے قریب الفاظ اپنی طرف سے بڑھا کر اس (ست) کو پرکرتی ثابت کیا ہے۔ جو سراسر کھینچا تانی اور مصنف اُپنشد کے خیال اور مقصد کے بالکل خلاف اور ورُدھ ہے۔ کیونکہ اُپنشدوں کے مطالعہ کرنے والے اشخاص جانتے ہیں۔ کہ ان کتب میں (ست) لفظ (جس کے معنی ہستی ہیں) سے یہاں صرف پرمیشور مراد ہے۔ نہ کہ سماجیوں کی پرکرتی وغیرہ۔
اور پھر ایسا عقیدہ کہ پرکرتی ازلی ہے۔ اُپنشدوں کے مطالب و بیانات کے صریح خلاف اور برعکس ہے۔

کیونکہ چھاندوگیہ کے اسی پرپاٹھک کے کھنڈ ۲ پردا کا ۱ میں مرقوم ہے۔ کہ پہلے صرف ایک ادوئیتہ (لاثانی) ایک ہی واحد لاشریک یقیناً تھا۔ اور پھر یہی نہیں۔ بلکہ بے تعصب فاضل آریہ ڈی۔ اے۔ وی کالج کا پروفیسر سنسکرت زبان کا ماہر بھی ہمارے بیان کا مؤید و مصدّق موجود ہے۔ دیکھو تصدیق کے لئے اس اُپنشد کی تفسیر ہندی صفحہ ۲۲۸ و ۲۲۹

(صرف اردو ترجمہ)

"اس طرح یہ جو بیج نکلا ہے یقین رکھو۔ کہ بغیر علت کے نہیں ہوا ہوگا۔ (کیونکہ معلول بلا علت نہیں ہوتا) اس کی علت سوائے انّ کے اور کہاں۔ اس طرح اے سومیہ! انّ بھی ایک بیج ہے۔ اس کی بھی علت کو ڈھونڈھ۔ اور وہ تیج (آگ) ہے اسی طرح اے سومیہ! آگ بھی ایک بیج (معلول) ہے اس کی بھی علت کو ڈھونڈھ۔ اور وہ اے سومیہ است برہما خدا ہے بس "اے سومیہ"! اس ساری مخلوقات کی اصل علت ست ہے۔ اب

بھی موجودہ زمانہ میں یہ مخلوقات "ست" کے سہارے ہیں۔ آخر کو ست میں ہی) لین (ملجائیگی) ہو جاتی ہیں"

(تفسیر چھاندوگیہ اُپنشد از پنڈت راجارام صاحب)

اس جگہ پنڈت صاحب نے صریح الفاظ میں تسلیم کر لیا۔ کہ ست یعنی وہی بالا ہستی جس کو برہما کہتے ہیں۔ ہے۔ اور وہی سب کائنات کی اصل الاصول علت یا باعث

فہوالمراد

جہانتک ہماری تحقیق ہے۔ بانی آریہ سماج نے اپنی کتب میں یہی حوالہ جات وید وغیرہ شاستروں کے اثبات قدامت مادہ میں پیش کئے ہیں۔ ان کی حقیقت و اصلیت ہم نے کما حقہٗ طور پر ظاہر کر دی۔ جیساکہ ناظرین اوپر ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ہاں اگر ان کے علاوہ مزید کوئی وید منتر بعد میں ہماری نظر سے گذرا۔ یا کسی سماجی دوست نے بتلایا تو ہم اس پر بھی ضرور توجہ دینگے *

بائبل میں تناقض

یعنی

اختلافات

آریہ اور عیسائی صاحبان کے وہ اعتراض جن سے وہ اپنی نادانی یا کم فہمی و ناسمجھی سے قرآن شریف میں اختلاف بتلاتے ہیں۔ ان کی کافی تردید ہماری طرف سے ہو چکنے کے بعد ... ... آج عیسائیوں کی الہامی کتاب مقدس بائبل سے اختلاف کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔ امید ہے۔ کہ پادری صاحبان ہمارے پیش کردہ حوالہ جات کو ٹھنڈے دل سے تعصب و طرفداری سے پاک ہو کر غور و تدبر فرماتے ہوئے باطل کو چھوڑ حق کی طرف رجوع لانے میں کسی قسم کی پہلو تہی نہ کرینگے۔ ہاں قبل اس کے کہ ہم اختلافات کی فہرست پیش کریں۔ ایک مختصر سا قول مشہور و معروف پادری فانڈر صاحب

کی کتاب میزان الحق سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ جہاں انہوں نے الہامی کتاب کی ایک یہ بھی شرط ضروری ٹھیرائی ہے۔ کہ وہ اختلافات سے پاک ہو۔ پس جبکہ بائبل میں اختلاف پائے جائینگے۔ تو بقول فانڈر صاحب بائبل الہامی نہ رہیگی۔ اور یہ شرط بھی ایک ایسی شرط ہے جو سراسر انصاف اور عقل پر مبنی ہے۔ پس ہم امید کرتے ہیں۔ کہ فانڈر صاحب کی عبارت پادری صاحبان مدنظر رکھتے ہوئے بائبل کے اختلافات کو ملاحظہ فرماکر ضرور بالضرور" بائبل الہامی ہے" کے غلط عقیدہ کو تلانجلی و خیرباد کہدینگے۔

کتاب میزان الحق کی عبارت یہ ہے:۔

"پانچویں شرط یہ ہے۔ کہ الہام حقیقی میں معانی کا اختلاف نہ ہووے۔ یعنی لازم ہے۔ کہ خدا کی الہامی کتابوں میں سب عمدہ مطلب اور تعلیمیں آپس میں موافق و مطابق ہوں۔ کیونکہ غیر ممکن ہے۔ کہ مطلب اور تعلیم آپس کے برخلاف ہونے ہوئے دونوں سچ ہوویں۔ اور کلام کا اختلاف نامضبوطی و نقص کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اسلئے کہ خدا میں جو کامل تغیر سے پاک ہے۔ ان ناقص صفتوں کا ہونا ممکن نہیں۔ پس یونہی خدا کے کلام میں بھی ایسی بات کا ہونا محال ہے"

(میزان الحق صہ ۱۴۵ ایڈیشن دوم ۱۸۹۲ء)

پس آج ہم اس اصل کو مدنظر رکھتے ہوئے بائبل کی چھان بین کرتے ہیں۔

پہلا اختلاف

ہر ایک اپنے گناہ کی سزا بھگتے گا } "اولاد کے بدلے باپ دادے مارے نہ جائیں نہ باپ دادوں کے بدلے اولاد قتل کی جائے ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائیگا۔"

(استثنا ۲۴/۱۶)

اب اس کے خلاف بیان ملاحظہ ہو۔

ایک شخص دوسرے کی سزا بھی بھگتیگا } "باپوں کے گناہ کا ان کے فرزندوں سے اور فرزندوں کے فرزندوں کے فرزندوں سے تیسری اور چوتھی پشت تک بدلہ لیگا۔" (خروج ۳۴/۷)

یہ ہر دو متناقض تعلیمیں حضرت موسےٰ ہی کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ اب پادری

صاحبان انصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے خود ہی فرما دیں۔ پادری فانڈر صاحب کے اصول کی رو سے ایسی متضاد تعلیم اور متناقص بیان دینے والی کتاب کیا الہامی ہو سکتی ہے؟ قطعاً نہیں۔

دوسرا اختلاف

خدا پشیمان نہیں ہوتا "خدا انسان نہیں۔ جو جھوٹ بولے۔ نہ آدم زاد ہے۔ کہ پشیمان ہو" الخ (گنتی ۲۳/۱۹)

اس آیت میں بتلایا ہے۔ کہ انسانوں کی طرح خدا پشیمان نہیں ہوتا۔ اب اس بیان کے خلاف خدا کا فعل ملاحظہ ہو۔

خدا پشیمان ہوا "تب خدا زمین پر انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا۔ اور نہایت دلگیر ہوا" (پیدائش ۶/۶)

بائبل میں تضاد و تناقص کے منکر پادری صاحبان! بتلائیے اور فرمائیے۔ ہر دو بیانات میں سے کونسا صحیح اور درست ہے۔ اور آپ ان دونوں میں سے کس کو الہامی سمجھینگے۔

تیسرا اختلاف

خدا نہیں دیکھا جاتا "خدا فرماتا ہے۔ کہ کوئی انسان نہیں کہ مجھے دیکھے اور جیتا رہے" (خروج ۳۳/۲۰)

بائبل کے اس بیان سے تو ہمیں۔ اجی ہمیں ہی نہیں۔ بلکہ سب خدا پرستوں کو اتفاق ہے مگر کیا کریں۔ یہی بائبل اس کے خلاف بھی سنا رہی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

خدا دیکھا جاتا ہے "اور یعقوب نے اس جگہ کا نام فنی ایل رکھا۔ اور کہا۔ کہ میں نے خدا کو روبرو دیکھا اور میری جان بچ رہی ہے" (پیدائش ۳۲/۳۰)

خدا تو فرمائے۔ کہ مجھے دیکھکر کوئی انسان جی نہیں سکتا۔ مگر بائبل یہ بیان سنا کر بھی اس کے خلاف بتلائے کہ یعقوب نے خدا کو دیکھا۔ اور زندہ بھی رہا۔ خوب!

پس بقول فانڈر صاحب ایسی کتاب جس میں اختلافات ہوں۔ خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔

یہ اختلاف تو وہ ہوئے۔ جو حضرت موسےٰ ہی کی کتب سے بطور نمونہ دکھلائے گئے۔ اب حضرت موسےٰؑ کی کتب سے دیگر صحائف کا اختلاف بھی مشتے نمونہ ہدیہ ناظرین پیش کرتے ہیں

چوتھا اختلاف

خدا تشبیہ نہیں دیا جاسکتا۔ } پس تم خدا کو کس سے تشبیہ دو گے۔ اور کون سی چیز اس سے مشابہ ٹھیراؤ گے۔" (یسعیاہ ۴۰/۱۸)

خدا کی مانند } اب اس کے خلاف تشبیہ کا بیان بھی سُن لیجئے۔

اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ خدا کی صورت پر اس کو پیدا کیا۔ الخ (پیدائش ۱/۲۷)

ایک الہام تو بتلاتا ہے۔ کہ خدا کی تشبیہ نہیں ہو سکتی۔ مگر دوسرا الہام اس کے خلاف بتلاتا ہے۔ کہ انسان خدا کی صورت پر بنایا گیا۔

پانچواں اختلاف

خدا کو مت آزماؤ } تم خداوند اپنے خدا کو مت آزماؤ۔ الخ (استثنا ۶/۱۶)

اب اس کے برعکس بھی الہام موجود ہے۔

خدا کو آزماؤ } خداوند اپنے خدا سے کوئی نشان مانگ خواہ نیچے زمین میں خواہ اوپر بلندی میں۔" (یسعیاہ ۷/۱۱)

ایک الہام میں خدا کو آزمانے کی ممانعت اور دوسرے میں اجازت۔ پادری صاحبان آپ ہی بتلا سکیں۔ تو بتلائیں۔ ہم تو اتنی قابلیت کے انسان نہیں۔ کہ ان صریح متضاد بیانات کی تطبیق کر کے کسی صحیح نتیجہ پر پہونچیں۔

چھٹا اختلاف

خدا سب دیکھتا ہے } "کہ خداوند کی آنکھیں ساری زمین پر دوڑتی پھرتی ہیں۔ الخ" (تواریخ ۲۔ ۱۶/۹)

اسجگہ تو اللہ تعالیٰ کو علیم کل بتلایا۔ اب اس کے خلاف خدا کو بے علم بتلایا گیا ہے۔ اور ہر دو بیان پادری صاحبان کے نزدیک الہام سے ہی ہیں۔

خدا لوگوں سے دریافت کرتا ہے کہ پھر خداوند نے کہا ...... ۲۱- میں اب اتر کے دیکھونگا - کہ انہوں نے سراسر اس چلانے کے مطابق جو مجھ تک پہنچا ہے - کیا ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو دریافت کرونگا" (پیدائش ۱۸ ۲۰و۲۱)

پادری صاحبان! بتلایئے - خداوند خدا کیا نعوذ باللہ بے علم ہے - جو اترنے کی ضرورت کہتا ہے - اور دریافتِ حال لوگوں سے کرتا ہے - بتلاؤ - اوّل بیان درست ہے یا دوئم -

اسی طرح صدہا اختلافات سے بائبل بھری پڑی ہے - یہ چند مقام صرف نمونہ کے طور پر ناظرین کے سامنے رکھے گئے ہیں - بوقت فرصت انشاء اللہ - اور بھی اختلاف پیش کرینگے ہاں یہ مختصر سا مضمون نامکمل رہ جائیگا - اگر عہد عتیق (پرانا عہدنامہ) اور عہد جدید (نیا عہدنامہ) کے باہم دو تین اختلاف نہ دکھلائے جائیں - کیونکہ قدیم و جدید عہدنامہ بقول پادری صاحبان خدائے قدوس کی طرف سے ہی الہام شدہ ہیں -

ساتواں اختلاف

ختنہ کا تاکیدی حکم کہ لازم ہے - کہ تیرے خانہ زاد اور تیرے زرخرید کا ختنہ کیا جاوے - اور میرا عہد تمہارے جسموں میں عہد ابدی ہوگا - (پیدائش ۱۷ ۱۳)

اس ابدی عہد یعنی ایسے حکم کے خلاف انجیل کا بیان بھی سن لیں جس کا جواز و حکم قیامت تک کے لئے ہے -

ختنہ سے کچھ "دیکھو میں پولوس تم سے کہتا ہوں - کہ اگر ختنہ کراؤ گے - تو مسیح سے تم کو فائدہ نہیں کچھ فائدہ نہ ہوگا - (گلتیوں ۵ ۲)

صریح تناقض و تضاد

آٹھواں اختلاف

سلح ارفکسد کا بیٹا کہ جب ارفکسد پینتیس برس کا ہوا - اس سے سلح پیدا ہوا (پیدائش ۱۱ ۱۲)

"اور وہ سلح کا اور وہ (سلح) قینان کا بیٹا ، اور وہ قینان ارفکسد کا" (انجیل لوقا ۳ ۳۶)

توریت سلح کا باپ ارفکسد کو بتلاتی ہے - اور انجیل سلح کے باپ کا نام قینان اور ارفکسد سلح کا دادا

پادری صاحبان کا فرض ہے۔ کہ ہر دو بیانات کی تطبیق کر کے دکھلائیں۔ اگر ایسا نہ کر سکیں جو یقیناً محال ہے۔ تو بقول فنڈر صاحب بائبل کو الہامی کتاب کے درجہ سے گرا کر اس کا اعلان فرماویں۔

نواں اختلاف

توراۃ کامل ہے "خداوند کی توراۃ کامل ہے۔ کہ دل کی پھیرنے والی ہے۔ خداوند کی شہادت سچی ہے۔ کہ سادہ دلوں کو تعلیم دینے والی ہے۔ (زبور ۱۹)

حضرت داؤد توراۃ کو کامل تبلاتے ہیں۔ مگر انجیل کا بیان قطعی اس کے خلاف ہے

توراۃ ناقص "غرض پہلا حکم (توراۃ) کمزور اور بیفائدہ ہونے کے سبب سے منسوخ ہو گیا"۔ (عبرانیاں ۷/۱۸)

عہدنامہ قدیم توراۃ کو کامل کہتا ہے۔ مگر عہد جدید "بیفائدہ اور کمزور" تبلاتا ہے۔ یسوعی دوستو! انصاف سے تبلانا کونسا بیان صحیح اور درست ہے۔

اب صرف ایک ہی باہمی اختلاف ان میں سے دکھلا کر اس مختصر سے مضمون کو یہیں ختم کرتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بوقتِ فرصت اس مضمون کو ناظرین کی خدمت میں شرح و بسط سے بھی پیش کرنے کا فخر حاصل کرینگے۔

دسواں اختلاف

"اور جب کشتی سے مسیح اُترا۔ تو فی الفور ایک آدمی جس میں ناپاک رُوح تھی۔ قبروں سے نکلکر اُسے ملا"۔ (مرقس ۵/۲)

مرقس کہتا ہے۔ کہ مسیح کو قبروں سے نکلتا ہوا ایک آدمی ملا۔ مگر مقدس متی اس کے خلاف ہے۔

"دو آدمی جن میں بدروحیں تھیں قبروں سے نکلکر اُسے (مسیح) ملے (متی ۸/۲۸)

عیسائی دوستو! تم تو قرآن میں اختلاف تبلاتے تھے۔ جو سراسر غلط بات ہے۔ مگر دیکھو تمہاری بائبل تو اختلافات سے بھری پڑی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

"ہم الزام ان کو دیتے تھے۔ قصور اپنا نکل آیا"

پس اس تمام بحث سے ثابت ہو گیا کہ چونکہ بائبل میں اختلافات بھرے پڑے

ہیں۔ اس لئے بقول پادری ٹنڈر صاحب بائبل خدا کا کلام نہیں +

(فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

شذرات

تناسخ "سم" رات (سم یعنی جو دو پر تقسیم ہو۔ جیسے چوتھی و چھٹی) میں بھوگ (مجامعت) کرنے سے لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ اور بکھم رات (جو دو پر تقسیم نہ ہو۔ جیسے تیسری۔ پانچویں) میں بھوگ کرنے سے لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ اسلئے لڑکا پیدا ہونے کی خواہش رکھنے والا "سم" رات میں بھوگ کرے۔" (منو دھرم شاستر ادھیائے ۳ شلوک ۴۸)

منوجی مہاراج کا بنایا ہوا منو دھرم شاستر یعنی منوسمرتی آریہ سماج اور اس کے بانی کے نزدیک بہانتک یعنی مستند ہے۔ اس لئے اس شلوک کو آریہ سماج کے فاضل پنڈتوں کے سامنے پیش کرتے ہوئے بطور استفسار نہ کہ برنگ اعتراض عرض کرتے ہیں۔ کہ آپ کا مایۂ ناز مسئلہ اواگون تناسخ اس شلوک کے ہوتے ہوئے کیسے ٹھیک اور درست قایم رہ سکتا ہے۔ کیونکہ تناسخ کے ماننے والوں کی سب سے زبردست اور مہتم بالشان دلیل ہی یہ ہے۔ کہ لڑکا یا لڑکی جو بھی پیدا ہوتا ہے محض اپنے گذشتہ اعمال کے نتیجہ میں نہ کہ کسی اور وجہ یا سبب علت و نیت سے۔ مگر منوسمرتی کا یہ شلوک بتلا رہا ہے۔ کہ مرد اگر سم رات میں اپنی عورت سے بھوگ کرے۔ تو لڑکا پیدا ہوگا۔ اور برعکس اس کے بکھم رات میں بھوگ کرے تو لڑکی۔

پھر جب لڑکی و لڑکا پیدا ہونا ماں باپ کے ارادہ و مرضی پر منحصر و موقوف ہے۔ تو تمہاری یہ بات اپنے اندر کیا وقعت و قیمت رکھ سکتی ہے۔ کہ لڑکا لڑکی اپنے کرم (انوسار مطابق) پیدا ہوتا ہے۔ پس ہماری اس مؤدبانہ عرض کو سرسری نظر سے نہیں۔ بلکہ بغور ملاحظہ فرماتے ہوئے اس کا مدلل و معقول جواب دیں۔ اگر جواب نہ ملا۔ تو ہمیں یہ باور کرنے میں کوئی امر مانع و روک نہ ہوگا۔ کہ فی الحقیقت تناسخ باطل ہے۔

کفارۂ مسیح پھر یسوع ان کے ساتھ گتسمنی نام ایک مقام میں آیا اور شاگردوں سے کہا یہاں بیٹھو۔ جب تک میں جا کر دعا مانگوں۔ تب اس نے پطرس اور

زبدی کے دو بیٹے ساتھ لئے۔ اور غمگین و نہایت دلگیر ہونے لگا۔ تب اس نے ان سے کہا۔ کہ میرا دل نہایت غمگین ہے۔ بلکہ میری موت کی سی حالت ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آگے بڑھ کر منہ کے بل گرا۔ اور دعا مانگتے ہوئے کہا۔ کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے۔ تو یہ پیالہ مجھ سے گذر جائے۔ تو بھی میری خواہش نہیں۔ بلکہ تیری خواہش کے مطابق ہو"

متی ۲۶ / ۳۶ تا ۳۹

یہ وہ دعا ہے۔ جو مسیحؑ نے صلیب پر چڑھائے جانے سے پہلے خداوند خدا سے مانگی۔ تا کسی طرح موت جو نظر آ رہی ہے۔ ٹل جائے وغیرہ۔ اب دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیحؑ کی یہ دعا قبول ہوئی یا نہیں۔ اگر نہیں قبول ہوئی۔ جیسا کہ پادری صاحبان کا عقیدہ ہے۔ تو اتنا ضروری ماننا پڑیگا۔ کہ مسیحؑ صلیب پر فوت ہو گیا۔ اور اگر برعکس اس کے ہمیں یہ ثابت ہو جائے۔ کہ مسیحؑ کی دعا قبول ہوئی۔ تو پھر اس امر کے باور کرنے کے لئے کسی اور مزید ثبوت کی ضرورت نہ رہیگی۔ اور تسلیم کر لینا ہوگا۔ کہ مسیحؑ چونکہ قبولیت دعا کی وجہ سے صلیب پر نہیں مرا۔ اس لئے کفارہ بھی نہیں ہوا۔ پس جب ہم عبرانیاں باب ۵ آیت ۷ دیکھتے ہیں۔ تو یہ لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ کہ اس نے اپنے مجسّم ہونے کے دنوں میں بہت رو رو اور آنسو بہا بہا کے اُس سے جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا۔ دعا اور منتیں کیں۔ اور تحمّل کے سبب اس کی سُنی گئی۔ الخ"

پس جب انجیل ہی اس کا فیصلہ دینے والی موجود ہے۔ کہ مسیحؑ کی دعا قبول ہوئی۔ تو پھر زید یا بکر یا کسی پادری کا کہنا کہ مسیحؑ صلیب پر مرا۔ اور ہمارے لئے کفارہ ہو گیا۔ کس طرح صحیح اور درست ہو سکتا ہے۔

انوکھی تعلیم

سوامی دیانند فرماتے ہیں۔ کہ مندرجہ ذیل قسم کی عورتوں سے شادی کرنی نہیں چاہئے۔

"نہ زرد رنگ والی۔ نہ زیادہ مرد سے لمبی چوڑی۔ طاقتور۔ نہ بیمار نہ وہ جس کے جسم پر بالکل بال نہ ہوں۔ نہ بہت بال والی۔ نہ بکواس کرنے والی اور نہ بھوری آنکھ والی"

(ستیارتھ پرکاش اردو ص۵۳)

زرد رنگ والی۔ بھوری آنکھ والی وغیرہ عورات کے ساتھ سوامی جی نے شادی ممنوع قرار دی ہے۔ آریہ سماج کے روشن خیال ممبر بتلائیں۔ کہ اس میں کونسی فلاسفی نہاں ہے تمہارا تو دعوے ہے۔ کہ یورپ اور چین لوغیرہ کو ہم آریہ کر لینگے۔ یہ خیال اگر پورا ہو جائے تو چین کے مرد زرد رنگ کی عورتوں سے اور یورپ کے آدمی بھوری آنکھ والی عورات سے بیاہ نہ رچائیں گے۔ تو ان کا گذر کیسے ہو سکتا۔ کیونکہ یورپ اور چین میں عموماً بھوری آنکھ والی اور زرد رنگ کی زرد عورتیں ہیں۔ بتلاؤ۔ عالمگیر مذہب کی ایسی ہی تعلیم ہوا کرتی ہے؟ ہاں ذرا سوچکر جواب دینا ؛

وعدہ خلافی | پھر خدا رات کو بلعام پاس آیا۔ اور اس سے کہا۔ کہ اگر وہ لوگ تجھے بُلانے آئیں۔ تو اُٹھ اور ان کے ساتھ جا۔ مگر جو بات میں تجھے کہونگا۔ وہی کیجیو۔ سو بلعام صبح کو اُٹھا۔ اور اپنی گدھی پر زین رکھا۔ اور موآب کے امیروں کے ہمراہ گیا۔

تب خداوند کا قہر بھڑکا۔ اس لئے کہ وہ گیا۔ اور خداوند کا فرشتہ جا کے راہ میں کھڑا ہوا۔ تاکہ اس سے مزاحمت کرے۔" (گنتی ۲۲ / ۲۰ و ۲۱)

خداوند خدا نے خود بلعام کو اس کے پاس آکر کہدیا۔ کہ تو چلا جا۔ مگر صبح ہی فرشتہ کو راہ میں کھڑا کر دیا۔ کہ بلعام کی مزاحمت کرے۔ حالانکہ خود ملاکی ۳/۶ میں فرماتا ہے۔ کہ "کیونکہ میں خداوند ہوں۔ میں بدلتا نہیں۔ الخ"

اُمید ہے کہ کلیسا کے مقدس فادر اس ورس کی مفصل اور مشرح تشریح و تفسیر فرما کر مشکوری و شکر گذاری کا موقعہ دیں گے ؛

نیوگ اور منو | پرائی (دوسرے کی) عورت کی صحبت کے برابر دوسری کوئی چیز عمر کی گھٹانے والی مرد کے واسطے نہیں ہے " (منو ادھیائے ۴ شلوک ۱۳۴)

اگر شری منوجی مہاراج کے اس فرمان واجب الاذعان کے مقابلہ میں شری سوامی دیانند کی طبعزاد (حیاسوز) تعلیم "نیوگ" کو رکھا جائے۔ تو دیانندی دوست بتلائیں ہر دو میں سے کونسی تعلیم درست و راست اور کونسی جھوٹ اور فضول ہے ؛

بائبل اور نیوگ اگر کئی بھائی ایک جا رہتے ہوں۔ اور ایک ان میں سے بے اولاد مر جائے۔ تو اس مرحوم کی جورو کا بیاہ کسی اجنبی سے نہ کیا جائے بلکہ اس کے شوہر کا بھائی اس سے خلوت کرے۔ اور اسے اپنی جورو کرے۔ اور بھاوج کا حق اس سے ادا کرے۔ اور یوں ہوگا۔ کہ اس کا پلوٹھا جو اس سے پیدا ہو۔ تو اس کے مرحوم بھائی کے نام پر قایم ہوگا۔ تاکہ اس کا نام اسرائیل میں سے مٹ نہ جائے" (استثنا $\frac{25}{5-6}$)

پادری صاحبان اسوامی صاحب کے ارشاد اور بائبل کے اس فرمان یا قانون میں کیا تفاوت ہے کیا فرق ہے۔ آپ کو بتلانا ہوگا۔ ورنہ آریہ سماج کو موقع ملیگا۔ کہ وہ ہم سے بھی زیادہ آپ سے مطالبہ کرے اور دق کرے +

(فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

کیا امام غائب علیہ السلام اب بھی ظاہر نہیں ہوئے؟

شیعہ صاحبوں کا رسالہ البرہان نام جولاہور سے شائع ہوا کرتا ہے۔ اس کے پرچہ ماہ صفر ۱۳۳۸ھ میں ایک مراسلت زیر عنوان "عراق میں انگریزی حکومت" شائع ہوئی ہے۔ اڈیٹر صاحب البرہان لکھتے ہیں۔ کہ " ہمارے مکرم دوست سردار محمد سرور خانصاحب رسالدار آجکل کربلائے معلےٰ و کاظمین شریف کے ڈپٹی اسسٹنٹ پولٹیکل افسر ہیں وہ اپنے ایک پرائیویٹ خط میں جو کاظمین شریف سے ۲۳ ستمبر ۱۹۱۹ء کو روانہ کیا ہے۔ بعض حالات تحریر فرماتے ہیں۔ جن کے بعض فقرات یہ ہیں " من از کربلا یک مضمون بخدمت والا م نوشتہ فرستادہ بودم۔ کہ اورا بہ البرھان چاپ کنند . . . . در پولٹیکل اسسٹنٹی خود در ہشت ماہ حسب ذیل کارہا کردم۔ مینار طلائی سید الشہداء کہ از دہ سال شکستہ بود۔ و کسے ہم جرأت ساختن نمیکرد۔ چندہ جمع کردہ ساختم۔ کلاک ٹاور ساعت حضرت ابا الفضل درست کردم۔ سڑک جدید قریب چہار صد ذرع طولانی از شہر جدید عباسی تا در قبلہ ابو الفضل عباس

تیار کردم۔ در قبلہ یک خور عدن کج بود۔ راستہ کردم۔ مبلغات اخراجات سڑک کہ تجویز خودم شد۔ حکومت معظمہ انگریزی عطا کرد مبلغ پنجاہ ہزار روپیہ۔ زنان فاحشہ ہائے وبچہ ہائے خراب را از کربلا کشیدم۔ سگرٹ کشی را در رواق و ایوان حضرت امام حسین و ابو الفضل قطعی بند کردم۔ اینک حکومت معظمہ خواہیہائے کاظمین را بیشتر دیدہ بندہ را بعہدہ ڈی۔ اسے پی او فرستادہ۔ دعا کنید۔ کہ اینجا ہم خدمات من منظور شوند۔ وموفق آئم غیر اصلاحات بالا کہ درج کردم۔ بعد کربلا جیلے کردم۔ کہ حلال دفتر باشد۔ تا نوشتہ شود۔ ہاں شراب خواری کہ مثل آب میخوروند۔ بند کردم تو بل یکصد روپیہ جرمانہ و ۱۲ چوب در میدان میزدم۔ چنانچہ بعد زون چند اشخاص کلی بند شد۔ قمار کہ عاقبت اعراب است قطعی بند شد۔ چراغہائے برقی در صحن حضرت رواج دادم۔ الخ

ان باتوں کو سنکر کسقدر حیرت ہوتی ہے۔ کہ سلطنت اسلامیہ کے عہد میں ایسے مقدس مقامات کی یہ حالت اور عتبات عالیات میں مسلمانوں کے یہ کردار اور مومنین کی یہ حالت زار! لاریب قد فسد الزمان۔ یہی امور اہل اسلام کے زوال کا باعث ہیں۔ وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم۔ ان حالات کو دیکھتے اور سنتے ہوئے کون مومن و مسلم ہے۔ جو برٹش گورنمنٹ کا دل سے شکر گذار اور اس حکومت کا گرویدہ نہ ہوگا۔ اور اس کے قیام و بقا کی دعا نہ کرے گا۔ انتہی بالفاظ مختصراً۔

خلاصہ ترجمہ عبارت فارسی یہ ہے۔ کہ سردار محمد سرور خانصاحب ڈپٹی اسسٹنٹ پولیٹکل افسر کربلائے معلے و کاظمین شریف سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میں نے کربلا و معلے میں چندہ کر کے مینار طلائی حضرت سید الشہداء کی مرمت کرائی۔ کلاک ٹاور پر سنہری پانی پھروایا۔ سڑک جدید نکلوائی۔ گورنمنٹ انگلشیہ نے پچاس ہزار روپیہ سے امداد فرمائی۔ جو میری تجویز سے خرچ ہوئے۔ کربلائے معلے میں بدکار عورتوں۔ نا ہنجار چھوکروں کا ایک مجمع رہا کرتا تھا۔ ان سب کو میں نے وہاں سے نکال باہر کیا۔ ایوان حضرت امام حسین علیہ السلام میں جو سگرٹ کشی ہوا کرتی تھی۔ اس کی ممانعت کی۔ یہاں کے لوگ شراب پانی کی طرح پیتے تھے۔ اس کا انسداد کیا۔ فی بوتل سو روپیہ جرمانہ اور ۱۲ ضرب بید کی سزا مقرر کی گئی۔ کتنے ہی آدمیوں کے میدان میں بید لگوائے۔ جب باز آئے۔ اسی طرح قمار بازی

جو اعراب کی عادت ہو گئی تھی۔ چھڑائی گئی۔ حضرت امام علیہ السلام کے صحن میں بہ تی چراغوں کی روشنی کو رواج دیا۔

معزز نامہ نگار اور فاضل اڈیٹر کے ریمارک کو پڑھکر میرے دل کو سخت صدمہ ہوا۔ اور مسلمانوں کی حالت زار کا عبرت انگیز نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آکر اس تحریک کا موجب ہوا۔ کہ میں شیعہ صاحبان سے عموماً اور اڈیٹر البرہان سے خصوصاً یہ اپیل کروں۔ کہ جب اسلامی دنیا کی روحانی۔ اخلاقی۔ سیاسی۔ تمدنی حالت اس قدر تنزل کو پہنچ گئی۔ کہ اہل نظر اس حالت زار کو دیکھکر کلیجہ پکڑ کر رہ جاتے اور سخت دلگیر ہو کر روہنداسنہ لہجہ میں بیساختہ پکار اٹھتے ہیں کہ لاریب قد فسد الزمان۔ تو پھر آپ کے دلوں میں اس وقت مصلح الزمان کی ضرورت کا احساس کیوں پیدا نہیں ہوتا۔ اور آپ کی زبان حال سے بیتابی اور اشتیاق کے لہجہ میں لاریب۔ قد فسد الزمان کے ساتھ الفاظ فاین مصلح الزمان کیوں نہیں نکلتے۔ میری اس اپیل کو سنکر ایک ظریف دوست نے فرمایا۔ کہ نکلتے تو ہیں مگر نقاب تقیہ میں روپوش رہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اگر یہی بات ہے۔ تو پھر سبحان اللہ!

"خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں"
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

طرفہ تر یہ کہ باوجود علم ماکان وما یکون خود حضرت امام غائب علیہ السلام بھی ظہور موفور النور کا ارادہ نہیں فرماتے۔ حالانکہ ابو الائمہ علیہم الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ "امامت انتظام امت کے لئے" (نہج البلاغۃ صد ۵۲۱ ترجمہ مطبع یوسفی)

پس اے شیعہ صاحبو! کیا آپ لوگوں میں کچھ ایسی سعید روحیں نہیں ہیں۔ جو اس اپیل کو پڑھکر **مصلح الزمان** کی تلاش میں سرگرمی کے ساتھ مصروف ہو جائیں۔ اگر ہیں اور خدا کرے کہ ہوں۔ تو ہم ان کو مخاطب کر کے قدوس خداوند کا یہ مقدس کلام سناتے ہیں۔ یا ایھا الناس قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا۔ سنو اور کان کھول کر سنو! کہ اللہ تعالے کے فضل و کرم سے موعود مصلح الزمان عین وقت پر دار الامان قادیان میں ظاہر ہو چکا ہے۔ اور اس کے اولین جانشین

نور مبین خلیفہ نورالدین رضی اللہ عنہ کے بعد امام الزمان کا موعود پسر خلیفہ دوم حضرت فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ روح القدس سے تائید یافتہ ہوکر حقائق و معارف کے دریا بہا رہا ہے پس اسے صداقت کے پیاسو! دوڑو۔ اور اس دریا کے کنارہ پر پہونچکر اپنے منہ رکھدو۔ اور معرفت امام کے زندگی بخش پانی سے سیراب ہو کر زندہ جاوید بن جاؤ۔ ولنعم ما قیل ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(سید صادق۔ اٹاوی)

مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی

اس پیشگوئی میں جو متشابہات ہیں۔ ان کو محکمات سے حل کیا گیا ہے۔ اور پیشگوئی کے تمام پہلوؤں پر بحث کر کے اسے واضح کر دیا ہے۔ صرف چند جلدیں باقی ہیں۔ جو صاحب چاہتے ہیں۔ جلد منگوالیں۔ بعد میں طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے گا۔ جو خدا جانے کب ہو اور اگر ہو بھی۔ تو اس رسالہ میں جو سلطان محمد کے مکتوب کا عکس ہے۔ (جس میں اس نے حضرت مرزا صاحب کے نیک اور خدا یاد اور متقی ہونے کا اقرار کیا ہے اور یہی وجہ ہے۔ عذاب کے ٹل جانے کی) وہ شاید پھر اس خوبی کے ساتھ نہ آسکے۔ پس جلدی کیجئے۔ اور یہ چند جلدیں جلد منگوا لیجئے۔ اس رسالہ کے ساتھ ایک ۸ صفحہ کا رسالہ بطور ضمیمہ لگایا گیا ہے۔ جس میں مزید اعتراضات کے جواب دے کر اسے مکمل کر دیا گیا ہے۔ بوجہ کمیابی فی رسالہ ساڑھے آٹھ آنہ سے ملے گا۔

منیجر تشحیذ قادیان

کیا آیت اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ سے وفات مسیحؑ ثابت نہیں ہوتی؟

حضرت مسیح موعودؑ نے جب وفات مسیحؑ کو بدلائل قاطع و براہین ساطعہ ثابت کیا۔ اور بہت سی نصوص صریحہ قرآنیہ پیش کیں۔ جن میں سے ایک آیت معنونہ بھی تھی۔ تو مخالفین نے آپ کی مخالفت کی۔ اور کہا۔ کہ ان آیات سے وفات مسیحؑ ثابت نہیں ہوتی اور اعتراض بھی کئے۔ پس ہم اپنے اس چھوٹے سے مضمون میں صرف ان اعتراضوں کا جواب دیں گے۔ جو آیت والذین یدعون من دون اللہ الخ پر کئے گئے ہیں۔

استدلال از آیت بروفات مسیحؑ

آپ نے آیت والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون ۔ اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون ۔ سے وفات مسیحؑ پر یوں استدلال کیا۔ کہ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے معبودان باطلہ کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ وہ مردہ ہیں۔ بالکل زندہ نہیں۔ اور وہ یہ بھی نہیں سمجھتے۔ کہ وہ کب اٹھائے جائینگے۔ اور حضرت عیسےٰ کے لئے آیت لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح عیسےٰ ابن مریم سے ثابت ہے۔ کہ وہ معبودان باطلہ میں شامل ہیں۔ پس دونو آیتوں کے ملانے سے صاف نتیجہ نکل آیا۔ کہ مسیح ناصری وفات پا گئے ہیں۔

اعتراض اول

ایک اعتراض تو مذکورہ بالا استدلال کو توڑنے کیلئے یہ پیش کیا جاتا ہے۔ کہ تمام معبود من دون اللہ کا مُردہ ہونا ثابت نہیں کیونکہ بعض زندہ بھی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً کواکب یا عناصر جنکو اکثر لوگ پوجتے ہیں۔ ان کے اوپر موت کا اطلاق مشکل ہے۔ کیونکہ ستاروں کو کوئی مردہ نہیں کہتا۔ اور نہ ان پر موت بعد الحیات طاری ہوئی۔ اور اموات سے مراد بے حس و بیجان ہیں اور مسیحؑ

حقیقتاً زندہ ہے۔ نہ بیجان و بیحس ﴿منقول از اخبار ذوالفقار - ۲۸ فروری ۱۹۱۸ء﴾

جواب اس اعتراض کا خلاصہ صرف اتنا ہی ہے۔ کہ یہاں پر انہی معبودان باطلہ کا ذکر ہے۔ جو کہ بیجان اور بیحس ہیں۔ لیکن یہ اعتراض محض قلت تدبر سے ناشی ہے۔ کیونکہ مندرجہ ذیل تین قرائن اس بات کو روز روشن کی طرح ظاہر کر دیتے ہیں۔ کہ متنازعہ فیہا آیت میں بے جان اور بے حس معبودان باطلہ ہی مراد نہیں ہیں بلکہ وہ معبودان باطلہ بھی مراد ہیں۔ جو پہلے زندہ تھے۔

پہلا قرینہ پہلا قرینہ اس بات کا کہ آیت میں وہ معبود من دون اللہ مراد ہیں۔ جو پہلے زندہ تھے۔ اموات غیر احیاء کا لفظ ہے۔ کیونکہ اموات سے مراد بے جان و بے حس ہی تھے۔ جیسے کواکب وغیرہ۔ تو غیر احیاء کے لفظ لانے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اور صرف اموات ہی کیوں نہ رہنے دیا۔ ایک ایسی چیز (جو فی حد ذاتہ بے جان و بے حس ہے جسکو تمام لوگ بیجان و بیحس مانتے ہیں) کی نسبت یہ خبر دینا۔ کہ فلاں چیز بیحس ہے۔ تحصیل حاصل ہے۔ اور یہ سوال کہ غیر احیاء کا لفظ کیوں لایا گیا۔ اس کا جواب ہم دوسرے اعتراض کے جواب میں دینگے۔

دوسرا قرینہ دوسرا قرینہ اس بات پر کہ اموات سے وہ معبود من دون اللہ مراد ہیں۔ جو پہلے زندہ تھے۔ اور ذی شعور تھے۔ لفظ مایشعرون ایان یبعثون ہے۔ یعنی اب ایک چیز یعنی موت کے لاحق اور عارضی ہونے کی وجہ سے ان میں شعور نہیں۔ پہلے صاحب شعور تھے۔ اور کواکب وغیرہ جو کہ بیحس و بے جان ہیں۔ تو پہلے ہی سے ذی شعور نہیں۔

تیسرا قرینہ تیسرا قرینہ اس بات پر مایشعرون ایان یبعثون ہے۔ یعنی یہ آیت ایسے معبودان باطلہ کے حق میں ہے۔ جو قیامت کے دن مبعوث ہونگے۔ یا جو بعثت من القبور کا احساس و شعور رکھتے ہیں۔ پس یہ تینوں قرینے اس بات پر دلالت کرتے ہیں۔ کہ اس آیت میں معبودان باطلہ سے مراد کواکب احجار وغیرہ نہیں ہیں۔

اعتراض دوم اس آیت میں اموات کے معنے محل موت ہیں۔ اسلئے کہ اموات جمع میّت کی ہے۔ اور میّت کے معنے ہیں۔ جو ابھی مرا نہ ہو۔ لیکن وہ دائم الحیات

بھی نہ ہو۔ بلکہ مرنے والا ہو۔ جیسے انک میت وانہم میتون ۔ پس اس سے وفات مسیح ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ غایت سے غایت اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ شخص یا اشخاص ایسے ہیں۔ کہ موت ان پہ وارد ہو سکتی ہے ۔ اور قرآن مجید کی غرض وغایت کے بھی یہی معنی مناسب ہیں ۔ اس لئے کہ قرآن مجید کا اثر آئندہ اور گذشتہ دونوں زمانوں کے لئے ہے لیکن اگر اموات کے معنے مُردہ ہیں۔ تو صرف گذشتہ زمانہ پر ہی دلالت کرتا ہے ۔ اور یہ منشاء قرآنی کے خلاف ہے ۔ اور صحیح معنے یہی ہیں ۔ کہ گذشتہ معبودان باطلہ بھی محل موت تھے ۔ اور آئندہ جو بنائے جائیں گے۔ وہ بھی محل موت ہیں۔ تو اس طرح معبودانِ مشرکین کو محل موت کہکر شرک کی بیخکنی کر دی۔ (منقول از اہلحدیث مطبوعہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۸ء)

پہلا جواب اموات کو صرف میّت کی جمع قرار دینا علم لغت سے بالکل بے بہرہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ اموات مَیِّتٍ کی جمع آتی ہے ۔جیسے اقرب الموارد میں لکھا ہے :۔

والاموات میت مِثل بَیْتٍ وَاَبْیَاتٍ (اقرب الموارد جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)

یعنی اموات مَیِّت کی جمع ہے۔ جیسے کہ بیت کی جمع ابیات ہے ۔اور مَیْت اور مَیِّت کے درمیان تاج العروس اور لسان العرب والے نے یہ فرق لکھا ہے۔

"المیْتُ مخففۃ الذی مات بالفعل والمیّت والمائتُ الذی لم یمت بعد ولکنہ بصدد ان یموت قال الخلیل انشدنی ابو عمرو

ایا سائلی تفسیر مَیْتٍ و مَیِّت
فدونک قد فسرت ان کنت تعقل
فمن کان ذا روح فذلک میّتٌ
وما المیت الا من الی القبر یحمل"

(تاج العروس جزو اول)

مَیْت تو بالفعل مردہ کو کہتے ہیں ۔ اور مَیِّت اور مائت جو ابھی مرا نہ ہو ۔ اور

خلیل نے کہا ہے۔ کہ میرے پاس ابوعمرو نے شعر پڑھے۔

اے میّت اور میْت کی تفسیر پوچھنے والے اگر تو عاقل ہے تو جو میں نے تفسیر کی ہے۔ اس کو لیلے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جو روح والا ہو۔ یعنی زندہ ہو۔ وہ تو میّت ہے اور جو قبر کی طرف لیجایا جائے۔ یعنی بالفعل مردہ ہو۔ وہ میْت ہے۔ اور یہی فراء کا مذہب ہے حکایت جوہری مصنف لسان العرب لایا ہے۔

دوسری غلطی جو میّت کے معنے کرنے میں معترض کو لگی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ کہ میّت کے معنے بھی صرف مرنے والے کے ہی نہیں۔ جیسے کہ اس نے آیت انک میت ... الخ سے استدلال کیا ہے۔ بلکہ میّت کے بھی معنے بالفعل مردہ کے آتے ہیں۔ جیسے اقرب الموارد میں لکھا ہے۔

"المیتُ و یخفف کسید، و سید الذی فارق الحیاۃ قال فی التاج ولم تجعل العرب فرقا فی الاستعمال" (اقرب الموارد جلد ۲)

میّت کو مخفف کر کے بھی پڑھا جاتا ہے۔ جیسے سیّد کو سید کر کے پڑھتے ہیں اور اس کے معنے یہ ہیں۔ جو زندگی سے جدا ہو جائے۔ یعنی حیات اس میں نہ رہے نیز قرآن مجید کی دوسری آیات سے بھی کافی ثبوت ملتا ہے۔ کہ اموات کے معنے بالفعل مردہ کے ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۱) ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون

اس آیت میں شہداء پر جو کہ بالفعل مردہ ہیں۔ اموات کا لفظ استعمال کیا ہے۔

(۲) کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون۔

اس آیت میں بھی اموات کا لفظ مردہ بالفعل کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی تم مردہ تھے۔ پس تم کو اس نے زندہ کیا۔ یہ نہیں کہ تم مرنے والے تھے پھر اس نے تمہیں زندہ کیا۔

(۳) الم نجعل الارض کفاتا احیاء وامواتا۔ اس آیت میں بھی اموات کا

بالفعل مُردہ کے معنوں میں استعمال ہوا۔

غیر احیاء کے لانے کی غرض

پس جبکہ ازروئے لغت اور قرآن مجید یہ بات بپایہ ثبوت پہنچگئی۔ کہ اموات کے معنے مردہ بالفعل کے ہیں۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ غیر احیاء جسکے معنے بھی مُردہ کے ہیں۔ کیوں لایا گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اموات جو کہ میّت اور میْت دونوں کی جمع ہے۔ اس سے یہ وہمہ بھی گذر سکتا تھا۔ کہ یہاں پر اموات کا لفظ (میّت کی جمع) ہے۔ اور اس کے معنے محل موت کے ہیں۔ تو اس شبہ کے ازالہ کیلئے غیر احیاء کا لفظ لایا گیا۔ کہ اموات یہاں پر میْت (میّت کی جمع جس کے معنے مردہ بالفعل کے ہیں وارد ہوا ہے۔ اور یہی معنے صحیح ہیں۔ اور یہ معنے کہ "وہ مرنیوالے ہیں۔ زندہ رہنے والے نہیں"۔ غلط ہیں۔ کیونکہ ان معنوں کی رو سے غیر احیاء کا لفظ زاید ماننا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ جو مفہوم اموات کا ہے۔ وہی غیر احیاء کا ہے۔ دوم اس لئے بھی غیر احیاء کا لفظ لایا گیا کہ اموات کے لفظ سے کوئی کہہ سکتا تھا۔ کہ یہاں پر روحانی مُردے مراد ہیں۔ جسمانی نہیں۔ تو غیر احیاء کا لفظ لاکر بتا دیا۔ کہ وہ بلحاظ جسم کے زندہ نہیں۔ مُردہ بالفعل ہیں۔

دوسرا جواب

وما یشعرون ایان یبعثون بھی اس بات کا قرینہ ہے۔ کہ اموات سے مراد اس آیت میں مردہ بالفعل کے ہیں۔ اسلئے کہ اب معبودان باطلہ کی حالت یہ بتائی ہے کہ ان کو اس وقت معلوم نہیں۔ کہ ان کا کب بعث ہوگا۔ اور یہاں پر بعث بعد الموت کے سوا اور کوئی بعث نہیں ہوسکتا۔ اسلئے کہ پہلے ان کے لئے غیر احیاء فرمایا ہے۔ اور بعث کے معنے لسان العرب میں یہ لکھے ہیں۔

"البعث : الاحیاء من اللہ تعالیٰ للموتی"

پھر لکھا ہے۔

ومن اسماءہ عزوجل الباعث الذی یبعث الخلق ای یحییھم بعد الموت یوم القیامۃ

یعنی خدا تعالےٰ کے نام باعث کے معنے یہ ہیں۔ کہ وہ مخلوقات کو ان کی موت کے بعد قیامت کے دن زندہ کریگا۔ پس اس آیت میں یوم البعث نہ جاننا فرمایا۔ پس اگر ان پر موت وارد

نہ ہوئی ہوتی۔ تو ان کے متعلق یہ کہنا کہ وہ موت کا دن نہیں جانتے۔ زیادہ ان کے معبود من دون اللہ ہونیکا ابطال کرتا ہے۔ اس لئے کہ جب وہ پہلا درجہ یعنی موت کا جو قریب ہے۔ وہ اس کو بھی نہیں جانتے۔ تو اس کے بعد کی باتوں کو کیسے جان سکتے تھے۔ چونکہ ان پر موت تو طاری ہو چکی تھی۔ اور اب ان کے زیادہ قریب یوم البعث کا دن تھا۔ اس لئے یہ فرمایا۔ کہ وہ یوم البعث کا بھی علم نہیں رکھتے۔

تیسرا جواب

معترض کا یہ کہنا کہ اموات کے معنے اگر بالفعل مُردہ کے لئے جائیں تو اس طرح آیت صرف گذشتہ معبودان باطلہ پر ہی دلالت کرے گی۔ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اموات کے معنے بالفعل مردہ کے لینے سے بھی گذشتہ و آئندہ معبودان باطلہ پر قرآن مجید کا یہ حکم صادر رہتا ہے۔ اس لئے کہ خدا تعالےٰ نے اس آیت میں یہ ثابت کیا ہے کہ دیکھو تم ان کو معبود من دون اللہ بنا رہے ہو۔ جو مُردہ ہیں۔ اور اس وجہ سے بھی کہ معبود من دون اللہ بنائے ہی موت کے بعد جاتے ہیں۔ بایں وجہ کہ اگر ان کے سامنے ان کو معبود من دون اللہ لوگ بنائیں۔ تو وہ تردید کر سکتے ہیں۔ کہ ہم خدا نہیں۔ تم ہمیں کیوں خدا کے ساتھ شریک ٹھیراتے ہو۔ ہم تو اس کے عاجز بندے ہیں۔ اور آئندہ معبودان باطلہ کے لئے یہ آیت اس طرح پر چسپاں ہوتی ہے۔ کہ جب بھی کوئی معبود بنایا جائیگا۔ تو اس کے مرنے کے بعد ہی بنایا جائیگا۔ زندگی کی حالت میں نہیں بنا سکتے۔ پس وہ بھی اموات غیر احیاء کے لفظ کے نیچے آجائیگا۔

اب رہی یہ بات کہ ان دونوں معنوں سے کہ اموات کے معنے محل موت شرک کی زیادہ بیخکنی کرتے ہیں۔ یا مُردہ بالفعل کے۔ یہ بات بدیہی ہے۔ کہ مُردہ بالفعل کے معنے کرنے سے شرک کی زیادہ بیخکنی ہوتی ہے۔ کیونکہ جو خود مر چکا ہے۔ وہ کیونکر معبود من دون اللہ ہو سکتا ہے۔

اموات کے لفظ میں ایک اعتراض کا جواب

جب مشرکوں کے متعلق خدا تعالیٰ نے لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثة فرمایا کہ جو تین خدا مانتے ہیں۔ وہ کافر ہیں۔ تو کوئی شخص نہ کہہ سکتا تھا۔ کہ جب مشرکوں کو تو کافر کہا گیا۔ لیکن جنہوں نے کہا۔ کہ ہمیں

شریک بناؤ۔ وہ کیسے نیک ہو سکتے ہیں۔ ان کو کیوں کافر نہیں کہا گیا۔ تو اس وہم کا جواب خدا تعالیٰ نے یوں فرمایا۔ اموات غیر احیاء کہ وہ تو بیچارے مردہ ہیں۔ ان کو تو پتہ بھی نہیں کہ ہمیں خدا کے ساتھ شریک بنایا جاتا ہے۔ یا نہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن خدا تعالےٰ کے سوال کیلئے ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ کے جواب میں سبحٰنک مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق ان کنت قلتہٗ فقد علمتہ۔۔۔ الخ جواب دیں گے۔ پس مذکورہ تینوں جوابوں سے واضح ہو گیا۔ کہ اس آیت کے معنے یہی ہیں۔

"کہ وہ جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے۔ اور خود پیدا کئے جاتے ہیں۔ مُردے ہیں۔ زندہ نہیں۔ اور نہیں جانتے۔ کہ کب اٹھائے جائیں گے۔"
(تفسیر سید احمد جلد ۵ صـ۱۸۱)

تیسرا اعتراض تیسرا اعتراض جو غیر احمدی علماء پیش کرتے ہیں۔ یہ ہے۔ کہ اگر اموات کے معنے مردہ بالفعل کے لئے جائیں۔ یا کواکب اور پتھر وغیرہ (جو بے حس و بیجان ہیں) کے علاوہ بھی معبودان باطلہ مراد لئے جائیں۔ تو اس سے ملائکہ کا بھی مردہ ہونا لازم آئیگا۔ کیونکہ ان میں سے بھی بعض کو بعض لوگ خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

جواب اول ملائکہ اس آیت میں اس لئے شامل نہیں ہیں۔ کہ اس میں ان معبودان باطلہ کا ذکر ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی صفت خلق کے ماتحت پیدا کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ وہم یخلقون سے ظاہر ہے۔ اور ملائکہ خدا تعالےٰ کی صفت خلق کے ماتحت پیدا نہیں ہوئے بلکہ صفت امر کے ماتحت پیدا ہوئے ہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے اشیاء کو پیدا کرنے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک طرز پیدائش کا نام خلق ہے۔ اور دوسری کا نام امر۔ جیسا کہ آیت الا لہ الخلق والامر سے ظاہر ہے۔ جب خدا تعالیٰ کسی چیز کو اس طور سے پیدا کرے۔ کہ پہلے اس چیز کا کچھ بھی وجود نہ ہو۔ تو ایسے پیدا کرنے کا نام اصطلاح قرآنی میں امر ہے۔ اور اگر ایسے طور پر کسی چیز کو پیدا کرے۔ کہ پہلے وہ چیز کسی اور صورت میں

اپنا وجود رکھتی ہو۔ تو اس طرز پیدائش کا نام خلق ہے۔ خلاصہ کلام یہ۔ کہ بسیط چیز کا عدم محض سے پیدا کرنا عالم امر میں سے ہے۔ اور مرکب چیز کو کسی شکل یا ہیئت خاص سے متشکل کرنا عالم خلق سے ہے۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

(۱) "الابداع ایجاد شئی لا من شئ فیخرج الشئ من کتم العدم بغیر مادة"
یعنی کسی چیز کا بغیر اس کے کسی مادہ سے محض عدم سے وجود میں لانا ابداع ہے۔
اور اسی کا نام قرآن مجید میں امر رکھا گیا ہے۔

(۲) "الخلق ۔ ھو ایجاد الشئ من شئ کما خلق آدم من التراب"

(حجۃ اللہ البالغہ جزو اول صفحہ ۹)

یعنی خلق کہتے ہیں کسی چیز کا کسی چیز سے بنانا۔ جیسا کہ آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا گیا
پھر امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

"ثم قال بعدہٗ الا لہ الخلق والامر وھو اشارة الی ان کل ماسوی اللہ تعالی اما من عالم الخلق او من عالم الامر اما الذی ھو من عالم الخلق فالخلق عبارة عن التقدیر وکل ما کان جسما او جسمانیا کان مخصوصا بمقدار معین فکان من عالم الخلق وکل ما کان بریئا عن الجسمیة والمقدار کان من عالم الارواح ومن عالم الامر فدل علی انه سبحانه خص کل واحد من اجرام الافلاك والکواکب التی ھی من عالم الخلق بملك من الملئکة وھم من عالم الامر"

(تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۳۹)

پھر خدا نے الا لہ الخلق والامر فرمایا ہے۔ اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالے کے سوا تمام اشیاء یا عالم خلق سے ہیں۔ یا عالم امر سے جو عالم خلق سے ہیں۔ تو خلق اندازہ کو کہتے ہیں۔ اور ہر ایک وہ چیز جو جسم یا جسمانی ہوگی۔ تو وہ مخصوص بمقدار معین ہوگی۔ اسلئے عالم خلق سے ہے۔ اور جو جسمیت اور مقدار سے بری

ہوگی - وہ عالم ارواح اور عالم امر سے ہے پس اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ خداتعالیٰ نے ہر ایک کو اجرام افلاک اور کواکب سے جو کہ عالم خلق سے ہیں۔ خاص کیا ہے - فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کے ساتھ جو کہ عالم امر سے ہیں۔

پس اس حوالہ اور اوپر کے بیان سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا - کہ خداتعالےٰ کے پیدا کرنے کی دو قسمیں ہیں - ایک خلق - ایک امر اور فرشتے عالم امر سے ہیں نہ عالم خلق سے اور آیت میں جن معبودان باطلہ کا ذکر ہے وہ عالم خلق سے ہیں نہ عالم امر سے پس فرشتوں کا اموات غیر احیاء سے خارج ہونا ثابت ہو گیا - بنابریں وہ استدلال جو مسیح موعودؑ نے اس آیت سے کیا ہے بحال رہا اور نہ ٹوٹ سکا۔

(جلال الدین شمس سیکھوانی) مولوی فاضل

کُن فیکون کے متعلق ایک حوالہ

حضرت مسیح موعودؑ کے الہام اذا اردت شیئاً ان تقول لہ کن فیکون - مخالفین اعتراض کیا کرتے ہیں - اس کے متعلق یہ حوالہ بھی کار آمد ہے - کلمۃ الاشراق میں لکھا ہے۔

"الم تران الحدیدة الحامیة تتشبہ بالنار لمجاورتھا وتفعل فعلہا فلا تتعجب من نفس استشرقت واستضاءت بنوراللہ فاطاعھا الاکوان طاعتھا للقدسیین فتومی فیحصل الشئی بایماءھا وتتصور فیقع الشئی بحسب تصورھا ومثل ھذا فلیعمل العاملون - (کلمۃ الاشراق مطبوعہ ایران صہ ۶)

کیا تو نہیں دیکھتا کہ گرم لوہا آگ میں پڑکر آگ کی شکل اختیار کر لیتا ہے - اور آگ کے آثار اس سے ظاہر ہوتے ہیں پس تو اس نفس سے تعجب نہ کر - جو کہ خدا کے نور سے منور ہوئی ہے اور پھر اکوان نے اسکی ایسی اطاعت اختیار کی ہے جس طرح کہ عالم قدس رہنے والوں کی پس اس نفس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ وہ نفس کسی چیز کے ہونیکیلئے اشارہ کرتی ہے تو وہ چیز اسکے اشارہ سے حاصل ہو جاتی ہے - اور وہ کسی چیز کا تصور کرتی ہے تو وہ چیز اسکے تصور کے مطابق واقع ہو جاتی ہے - اور عمل کرنیوالوں کو ایسا ہی عمل کر کے اپنے نفس کو پاک اور مطہر بنانا چاہیئے۔

خانقاہی ٹکر

خانقاہ رحمانیہ مونگیر کے پیر مغاں مولنا محمد علی صاحب نے ایک کتاب "ہدیہ عثمانیہ" تصنیف فرمائی ہے، آج میں نے اس میں ایک طرفہ تماشا دیکھا جس کو میں اپنی اصطلاح میں "خانقاہی ٹکر" کہوں گا۔ آپ کو بھی یہ لطیفہ دیکھنا چاہیے

ملاحظہ ہو

ہدیہ عثمانیہ صفحہ ۶ سطر ۹ "مسیح موعود کا نبی ہونا متفق علیہ مسئلہ ہے"

ہدیہ عثمانیہ صفحہ ۱۲ سطر آخر ، ۱۳ سطر اول "خاتم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی سچا نبی نہ ہوگا"

اب سوال یہ ہے کہ مسیح موعود کا نبی ہونا متفق علیہ ہے، تو کیا مسیح موعود بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہونگے، اگر ہونگے تو آپ کے قول کے مطابق سچے نبی نہ ہونگے اگر سچے نبی ہونگے تو یہ کہنا غلط ہوا جاتا ہے، کہ "مسیح موعود کا نبی ہونا متفق علیہ ہے"

چونکہ غیر احمدی معارف قرآن اور حقائق حدیث سے محروم ہیں، قرآن و حدیث کی حقیقی اور واقعی تطبیق نہیں کر سکتے، ہدیہ عثمانیہ کی یہ دونوں عبارتیں آپس میں دنا دن ٹکرا رہی ہیں، اور ہم اس "خانقاہی ٹکر" کا تماشا دیکھ دیکھ متعجب ہو رہے ہیں، خدا کے مامور کی مخالفت، حافظہ اور قوت عقلیہ کو بھی زائل کر دیتی ہے، پس منکروں کو فکر خدا سے ڈر کر توبہ کرنی چاہیئے۔

(ابو محمد محفوظ الحق علمی دار الامان)